Mar. 2022 مارچ

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad
ISSN: 2581-9216

ماہنامہ

صدائے شبلی

حیدرآباد

ایڈیٹر مولانا ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی
www.shibliinternational.com

قیمت: -/20 روپے

ماہنامہ حیدرآباد

صدائے شبلی

Monthly Hyderabad

SADA E SHIBLI

Issue:49 شمارہ: Vol:5 جلد: Mar 2022 مارچ

مدیر:

ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

نائب مدیران:

ڈاکٹر عبدالقدوس

ڈاکٹر سراج احمد انصاری

ابوہریرہ یوسفی

قیمت فی شمارہ:	20/-
سالانہ:	220/-
رجسٹرڈ ڈاک:	350/-
بیرونی ممالک:	50/-امریکی ڈالر
خصوصی تعاون:	2000/-

SADA E SHIBLI
A/c: 1327102000023922
Ifsc: IBKL0001327
IDBI Bank: CHARMINAR HYD, T.S

Email: sadaeshibli@gmail.com

Mob: 9392533661 - 8317692718

ماہنامہ "صدائے شبلی" حیدرآباد میں مقالہ نگاران سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

مجلس مشاورت:

پروفیسر اشتیاق احمد ظلی۔ پروفیسر مظفر علی شہہ میری

پروفیسر محسن عثمانی ندوی۔ پروفیسر ابوالکلام

پروفیسر شاہد نوخیز اعظمی۔ ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

مفتی محمد فاروق قاسمی۔ مولانا ارشادالحق مدنی

مولانا محمد مساعد ہلال احیائی

اعجاز علی قریشی ایڈوکیٹ۔ محمد سلمان انجینئر

مجلس ادارت:

ڈاکٹر محمد رفیق۔ ڈاکٹر حمران احمد۔ ڈاکٹر ناظم علی

ڈاکٹر مختار احمد فردین۔ ڈاکٹر غوثیہ بانو

ڈاکٹر سید امام حبیب قادری۔ ڈاکٹر سید اسرارالحق سبیلی

ڈاکٹر سمیہ تمکین۔ ڈاکٹر صالحہ صدیقی

ڈاکٹر فاروق احمد بھٹ۔ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

ڈاکٹر آصف لئیق ندوی۔ ڈاکٹر مظفر علی ساجد۔

مولانا عبدالوحید ندوی۔ مولانا احمد نور عینی

ابوہریرہ ایوبی۔ محسن خان

ہر طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف حیدرآباد کی عدالت میں ہوگی

محمد محامد ہلال (اونر، پبلشر، پرنٹر، ایڈیٹر) نے دائرہ الیکٹرک پریس میں چھپوا کر حیدرآباد تلنگانہ سے شائع کیا

خط و کتابت کا پتہ

MOHD MUHAMID HILAL #17-6-352,
B1, 2nd Floor,Bafana Complex,
Dabirpura Road, Purani Haveli,
Hyderabad- 500023. T.S

فہرست مضامین

۱	اپنی بات	ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی	۵
۲	اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی نعمانیؒ	۶
۳	نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ ﷺ	صفوۃ الرحمٰن صابر	۷
۴	حجاب قرآنی تعلیمات کا حصہ	مفتی امانت علی قاسمی	۱۰
۵	غزل	جلیل نظامی	۱۲
۶	ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر	احمد نور عینی	۱۳
۷	دختر اسلام مسکان خان	فضیل فوز	۱۸
۸	ایک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرا اٹھے	ڈاکٹر آصف لئیق ندوی	۱۹
۹	گم نام مجاہد آزادی: شیر علی خاں آفریدی	ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی	۲۴
۱۰	اردو افسانوں اور ناولوں میں کشمیری مسائل کی عکاسی	فردوس احمد نجار	۲۶
۱۱	غزل	بے نام گیلانی	۳۰
۱۲	قرآن نسخہ ہدایت	اسماء فیروز	۳۱
۱۳	جوگندر پال کے نمائندہ افسانوں کا تجزیہ	صبا پروین	۳۹
۱۴	خیر مقدم	ولی محمد زاہد ہریانوی	۳۹
۱۵	غزل	سعدیہ سلیم شمسی	۴۰
۱۶	جنگ سے ہمکو نفرت ہے	نیاز جیراجپوری	۴۰

ماہنامہ ’’صدائے شبلی‘‘ کے خصوصی معاونین

جناب **ابوسفیان اعظمی**، مقیم حال ممبئی جناب**محمد یوسف بن الحاج محمد منیر الدین** عرف ولی مرحوم، حیدرآباد

مفتی **محمد فاروق قاسمی**۔ صدر علماء کونسل وجے واڑہ، آندھرا پردیش

ڈاکٹر سید **جلیل حسین** ایم ڈی (علیگ) ٹولی چوکی حیدرآباد

مولانا **منصور احمد قاسمی**، معین آباد، تلنگانہ

الحاج **رئیس احمد اقبال**، انجینئر صدر سہارا ویلفیئر سوسائٹی، حیدرآباد

الحاج **محمد زکریا** انجینئر (داماد استاذ الاساتذہ حضرت عبدالرحمٰن جامیؒ) مقیم حال دبئی

ڈاکٹر **شہباز احمد**، پروفیسر گورنمنٹ نظامیہ طبی کالج چار مینار، حیدرآباد

مولانا **محمد عبدالقادر** سعود نائس جوس سینٹر سکندرآباد، حیدرآباد

الحاج **محمد قمرالدین**، نبیل کالونی بارکس حیدرآباد

الحاج **محمد عبدالکریم**۔ صدر مسجد اشرف کریم کشن باغ، حیدرآباد

اپنی بات

گذشتہ تقریباً بچاس دن سے روس یوکرین کے درمیان جنگ جاری ہے۔طاقت ور کمزور پر پے در پے حملہ کرر ہاہے، جس کی وجہ سے جانی مالی، ذہنی بہت ہی نقصان ہور ہا ہے۔ایسی صورتِ حال میں دنیا اور اقوام متحدہ صرف آہ کرتے، تماشائی بنی ہوئی ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ ظالم اور مظلوم دونوں کی مدد کی جائے، ظالم کو اس کے ظلم کرنے سے روکا جائے، تاکہ ظالم کی مدد ہوجائے، نیز مظلوم کے نقصان کی بھرپائی کی جائے۔اگر دنیا اسی طرح جنگ، بم، راکٹ، مکان گر پڑے ملبے دیکھتی رہی اور لگام نہیں لگائی تو ایک دن ایسا آئے گا کہ پوری دنیا جنگ کے لپیٹ میں آجائے گی۔کیونکہ اگر چنگاری کو بجھادیا جائے تو شعلہ کا وجود نہیں ہوگا،لیکن اگر چنگاری کو چھوڑ دیا جائے تو چنگاری بھیانک شعلہ کی شکل اختیار کر جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ لوگوں کو ہدایت اور رحم وکرم کا معاملہ فرمائے آمین۔

ہندوستان کی پانچ ریاستوں میں الیکشن ہوئے۔صوبہ پنجاب میں عام آدمی پارٹی کو شاندار کامیابی ملی۔اس پارٹی کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچایا جائے۔اسی بنیاد پر اس پارٹی کے کارکنوں نے ووٹ مانگا اور انہیں ووٹ بھی ملے۔باقی چار ریاستوں میں بالخصوص صوبہ اترپردیش میں بھارتی جنتا پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی۔اس پارٹی کے منشور میں ہندوستان کو ہندو راشٹر بنانے کی بات ہے جب کہ اس ملک کا دستور سیکولر ہے،جس میں ہر مذہب کے ماننے والوں کا اس کی تہذیب وثقافت کے ساتھ رہنے اور جینے کا حق حاصل ہے۔بھارتی جنتا پارٹی کی حکومت مرکز اور صوبہ اترپردیش سمیت کئی صوبوں میں ہے اگر تجزیہ کیا جائے تو کسان، مزدور، نوجوان ان کی غلط نیتی اور نیتوں سے پریشان ہے،مہنگائی شباب پر ہے۔یہ بی جے پی حکومت نعرہ ضرور دیتی ہے سب کا ساتھ، سب کا وکاس اور سب کا وشواس، مگر عملی طور پر مندر، مسجد، قبرستان، شمسان، پاکستان، خالصتان وغیرہ وغیرہ کی بات کرتی، جس سے ملک نفرتی راستوں پر چل رہا ہے۔حالانکہ اس ملک کی ترقی سیکولر نظریے پر ہے، کیونکہ اس ملک میں مختلف مذاہب اور مختلف ذاتیں اور تہذیبیں پائی جاتی ہیں۔

ادارہ حالیہ الیکشن کے نتائج پر ایمانداری سے جیتنے والوں کو مبارکباد پیش کرتا ہے اور شکست خوردہ امیدواروں کو صبر اور جائزہ کا مشورہ دیتا ہے۔الیکشن کے نتائج سے پیشتر میڈیا کی طرف سے ایگزٹ پول اور ای وی ایم کے اوپر جس طرح کا اظہار سوشل میڈیا کے ذریعہ عوام نے کیا ہے اگر ایسی بات ہے تو یہ ملک اور سماج کے لیے نقصان دہ ہے۔الیکشن کمیشن کو اس طرح کی باتوں پر سختی سے نوٹ لینا چاہئے تاکہ ہماری جمہوریت مستحکم ہو اور عوام کو اپنے ووٹوں کی قدر محسوس ہو۔

ہجری کلینڈر کا ساتواں اور آٹھواں مہینہ رجب المرجب اور شعبان المعظم بڑی اہمیت کا حامل ہے۔واقعہ معراج اور شب برات انہیں ماہ میں ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت کی دعا کی ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سبھی کو ان مہینوں کی فیوض وبرکات سے مستفید فرمائے اور ہمیں رمضان المبارک کی قدر ومنزلت کرنے والا بنائے آمین۔

محمد محامد ہلال اعظمی

اخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ شبلی نعمانیؒ

آپ جب بچے تھے اور خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی، تو اس وقت بھی پتھر اٹھا اٹھا کر معماروں کے پاس لاتے تھے، مسجد قبا اور مسجد نبویؐ کی تعمیر اور خندق کے کھودنے میں جس طرح عام مزدوروں کے ساتھ مل کر آپؐ نے کام کیا، خود دستِ مبارک سے جس طرح پتھر اٹھا اٹھا کر دیا اور جس طرح زمین کھودی اس کی تفصیل جلد اول کے واقعات میں گذر چکی ہے، ایک سفر میں صحابہؓ نے بکری ذبح کی اور اس کو پکانے کے لیے آپس میں کام بانٹ لیے، آپؐ نے فرمایا ''جنگل سے لکڑی میں لاؤں گا'' صحابہ نے تامل کیا تو فرمایا ''میں امتیاز پسند نہیں کرتا۔'' ایک اور سفر میں آپ کی جوتی کا تسمہ ٹوٹ گیا، آپؐ نے خود اس کو درست کرنا چاہا، ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ لایئے میں ٹانک دوں، فرمایا ''یہ تشخص پسندی ہے، جو مجھے محبوب نہیں''، دو صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، تو دیکھا کہ آپؐ خود اپنے دستِ مبارک سے مکان کی مرمت کر رہے ہیں، ہم لوگ بھی اس کام میں شریک ہو گئے، جب کام ختم ہو گیا تو آپؐ نے ہمارے لیے دعا خیر فرمائی۔

دوسروں کے کام کر دینا: (خباب بن ارت ایک صحابی تھے، ایک دفعہ آنحضرت ﷺ نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا، خباب کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا، اس بنا پر آپؐ ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوہ دیا کرتے، حبش سے جو مہمان آئے تھے، صحابہؓ نے چاہا کہ وہ ان کی خدمت گذاری کریں لیکن آپؐ نے ان کو روک دیا اور فرمایا ''انہوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے، اس لیے میں خود ان کی خدمت گذاری کا فرض انجام دوں گا''۔ کفارِ ثقیف جنہوں نے طائف میں آپؐ کے پائے مبارک کو زخمی کر دیا تھا، ۹ رہجری میں وفد لے کر آئے تو آپؐ نے ان کو مسجد نبویؐ میں اتارا اور بہ نفس نفیس ان کی مہمانی کے فرائض ادا کیے۔

مدینہ کی لونڈیاں آپ کی خدمت میں آتیں اور کہتیں ''یا رسول اللہ میرا یہ کام ہے''۔ آپ فوراً اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا دستِ مبارک پکڑ لیا، آپؐ نے فرمایا ''اے عورت! مدینہ کی جس گلی میں تو چاہے بیٹھ میں تیرا کام کر دوں گا'' چنانچہ آپؐ اس کے ساتھ مدینہ کی ایک گلی میں جا کر بیٹھے اور اس کی ضرورت پوری کی، عبداللہ بن ابن اوفی ایک صحابی ہیں، وہ فرماتے:

ولا یأنف ولا یستکف ان یمشی مع الارملة والمسکین فیقضی لهما حاجتهما بیوہ اور مسکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھا۔

ایک دفعہ آپؐ نماز کے لیے کھڑے ہو چکے تھے کہ ایک بدو آیا اور آپ کا دامن پکڑ کر بولا ''میرا ذرا سا کام رہ گیا ہے، ایسا نہ ہو کہ میں بھول جاؤں، پہلے اس کو کر دو''، آپؐ اس کے ساتھ فوراً مسجد سے باہر نکل آئے اور اس کا کام انجام دے کر نماز ادا کی۔

(سیرۃ النبیؐ، جلد: دوم، ص: ۲۷۰/۲۷۲)

مولوی صفوۃ الرحمن صابر۔ حیدرآباد

نبی آخر الزماں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

شرک ولہو ولعب سے اجتناب

یہ قطعاً ثابت ہے کہ آپ بچپن اور شباب میں بھی جبکہ منصبِ نبوت سے سرفراز نہیں ہوئے تھے مشرکانہ اعمال ورسوم اور لہو ولعب سے الگ رہے۔ بتوں کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاتا تھا آپ وہ بھی نہیں کھاتے تھے۔

آپ کے احباب خاص

نبوت سے پہلے جو لوگ آپؐ کے احبابِ خاص تھے۔ وہ سب نہایت پاکیزہ اخلاق، بلند مرتبہ اور عالی منزلت تھے۔ مثلاً ابوبکر صدیقؓ۔ بی بی خدیجہؓ کے چچازاد بھائی حکیم بن حزام جو قریش کے نہایت معزز رئیس تھے۔ ضمانت ثعلبہ۔ جو طبیب اور جراح تھے۔

آفتاب رسالت طلوع

نزولِ وحی سے چند سال کبھی کبھی آپ کو ایک چمک اور روشنی نظر آتی۔ جس سے آپ خوشی محسوس کرتے۔ رفتہ رفتہ کائناتِ ارضی وسماوی پر غور وفکر اور خلوت نشینی کی طرف میلان بڑھتا گیا۔ آپ اپنے ساتھ کھانے پینے کا کچھ سامان لے کر شہر سے چند کوس پرے کوہ حرا کے ایک غار میں جا بیٹھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مصروف رہتے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بھی شامل تھی۔ اور قدرتِ الٰہی پر تدبر وتفکر بھی۔ کئی کئی دن وہاں اسی طرح تن تنہا تشریف رکھتے۔ کھانے پینے کا سامان ختم ہوجاتا تو گھر تشریف لاتے اور پھر سامان لے کر واپس جاتے اور بدستور مشغول ہوجاتے یہ گویا ہدایت کی طلب اور حق کی تلاش تھی۔ سورۃ الضحیٰ آیت ۷ میں اسی جانب اشارہ ہے۔ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى: اور (اللہ تعالیٰ نے) آپ کو حق سے لاعلم پایا پس آپ کو ہدایت دی۔

(نوٹ:۔ بزرگانِ دین نے ذات وصفاتِ الٰہی کے مراقبات، چلہ کشی، خلوت نشینی کے جو طریقے ایجاد کئے اور ان کی عقیدت میں امت کی اکثریت عوام ہوں کہ خواص اس کی افادیت کی قائل ہے۔ ان غیر مسنون اعمال کے جواز میں آپ کا یہی عمل پیش کیا جاتا ہے اور حیرت ہوتی ہے کہ جو دین کے مجدد کہلائے انہوں نے بھی مراقبات اور خلوت نشینی کے جواز میں اس واقعہ سے استدلال کیا ہے۔ اور اس بنیاد پر ذکر الٰہی کے مروجہ اشغال ومراقبات کو بدعات میں شمار نہیں کیا ہے۔ واقعہ یہ کہ جب اہل علم، صاحبانِ کشف وکرامت کے احوال سے مرعوب ہوجاتے ہیں تو ان کے تجویز کردہ غیر مسنون اعمال کے جواز میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے کوئی ایک واقعہ ڈھونڈھ نکالتے ہیں اور شخصی مرعوبیت کی وجہ سے یہ غور کرنے کی توفیق نہیں ہوتی کہ آپ کا یہ عمل جو نبوت سے پہلے کا ہے اس سے ان کے غیر مسنون اعمال کا کچھ مناسبت بھی ہے یا نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل، خلوت نشینی وذکر الٰہی وغور وفکر، ظاہر ہے کہ تلاشِ حق کے لیے تھا۔ یہ انابت الی اللہ اس لیے تھی کہ حق واضح ہوجائے۔ اور ربانی تعلیم وہدایت سے آگاہی بخشی جائے۔ پس آپ کا وہ عمل نہ سنت رسول کی تعریف میں آسکتا ہے اور نہ امت کے

لیے اسوہ حسنہ ہوسکتا ہے۔قبل نبوت کے اس عمل کو اسوہ حسنہ قرار دینا ایک ایسی لغزش ہے جو ہر قسم کے غیر مسنون اعمال وبدعات کا سرچشمہ بنی ہوئی ہے۔ جب تک اس غلطی کی اصلاح نہ ہوگی، کتاب وسنت کی روح پرور، آفرینِ حکمت آموز۔بصیرت افروز تعلیم سے غفلت ہی رہے گی۔صاحبانِ کشف وکرامات تو پیدا ہوتے رہیں گے مگر باطل شکن مردان مجاہد۔صاحبانِ عزیمت وجہاد کبریت احمر کی طرح نایاب ہوں گے۔(جب آپ کی عمر ۴۰ سال کی ہوگئی تو ایک دن جبرئیلؑ آئے اور نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ کا وہ کلام پڑھایا جو نعمتِ عظمیٰ اور نعمتِ خاصہ ہے۔اور وہ حقیقتِ کبریٰ ہے جو ساری حقیقتوں کا سرچشمہ ہے۔جبرئیلؑ نے کہا پڑھیے۔"اِقْرَاْ بِسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ(۲)خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ(۲) اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ(۳)الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ(۴)عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" (۵:سورۃ العلق) پڑھ اپنے پروردگار کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے بنایا (ہاں) پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا کرم والا ہے۔جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔انسان کو وہ تمام علم دیا جو وہ نہ جانتا تھا۔

اپنے بندے کو جس پر نبوت ختم کی جانے والی تھی۔اس کو سب سے پہلے جس حقیقت سے روشناس کیا گیا اور انسان کی جس اہم اور بنیادی احتیاج کو بیان کیا گیا وہ علمی احتیاج ہے حق کی پہلی تعلیم عبادتِ الٰہی کی تعلیم نہیں۔مکارم (اخلاق کی تعلیم نہیں تھی۔حقوق انسان کی تعلیم دی گئی وہ یہ کہ انسان سب سے زیادہ جس خاص نعمتِ الٰہی جس رحمتِ خاصہ کا محتاج ہے وہ علم کی نعمت ہے۔ربِّ اعلیٰ وعظیم کا بڑا کرم، اپنے مربوب پر، اپنے محتاج پر یہی ہے کہ اس نے متاجِ علم کو علم کی روشنی عطا کی۔پھر وہ علم سینہ بہ سینہ نہیں، کانا پھوسی، سرگوشیوں میں نہیں۔چھومنتروں میں نہیں، اسرار ورموز میں نہیں، زبانی نہیں، بلکہ وہ علم جو قلم وکتاب سے پھیلتا ہے۔قلم کے ذریعہ صفحہ قرطاس پر نمایاں ہوتا ہے۔جس کو لکھ کر سورج کی روشنی کی طرح تمام دنیا کے سامنے رکھا جاسکتا ہے۔اور جسے ہر آدمی جب چاہے سیکھ سکتا ہے، جانچ پڑتا ہے کرسکتا ہے۔یہ وہ علم بھی نہیں جو اشاروں میں ہو۔عام فہم الفاظ میں نہ ہو۔سمجھ میں نہ آنے والے فقروں میں ہو۔چھپی ڈھکی باتوں میں ایسا علم، علم نما جہل ہے۔ایسے علم سے دل ودماغ روشن نہیں ہوتے، بلکہ قوائے عقل معطل ہوجاتی ہیں۔علم کی فضیلت وبرتری کا ایک اعلان وہ تھا جو فرشتوں کے ادعائے تسبیح وتقدیس کے مقابلے میں کیا گیا تھا۔

عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا(البقرہ:۳۱)ترجمہ:اور آدم کو تمام چیزوں کے اسماء کا علم عطا کیا۔اور یہ حقیقت واضح کی گئی کہ اصل بزرگی وکمال تسبیح وتقدیس میں نہیں ہے۔کائنات ارضی وسماوی کی ہر شئے مصروف تسبیح ہے یعنی رب کی اطاعت کرنے میں مصروف ہے۔انسان جس کے تصرف میں کائنات کی ہر شے ہے اس کی اصل تسبیح علمِ حق کا حصول ہے اسی نعمتِ خاصہ کی بدولت انسان خلافت الارض کے منصب پر فائز کیا گیا۔بمقابلہ آدمؑ، فرشتوں کے ادعائے تسبیح وتقدس کے وقت جو اعلان کیا گیا تھا۔بنی آدمؑ کے آخری ہادی ورہنما بننے والے کی رہبری کا آغاز بھی اسی اعلان سے کیا گیا۔آیت کریمہ "عَلَّمَ" "الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ" (العلق:۵) میں یہ اشارہ تو موجود ہے کہ اشیاء مایحتاج کا علم، رشتے ناتوں کا علم، کھانے پینے، رہنے بسنے۔پہننے اوڑھنے، سونے جاگنے۔سامان زندگی کو فراہم کرنے اور بنانے کا علم بھی انسان کو اللہ تعالیٰ ہی نے سکھایا۔آدمؑ کو بلاواسطہ

اور اولاد آدمؑ کو بالواسطہ آمد مگر جو اصلی نکتہ اس آیت میں بیان ہوا ہے وہ یہ کہ رب کریم جو کریم ہی نہیں بلکہ اکرم ہے۔ اس کی ربوبیت اسی پر ختم نہیں ہو جاتی کہ وہ اپنے مربوب کو صرف پرورشِ شکم و آسائشِ جان اور تزئینِ صورت ہی کے علم کی نعمت دے کر بس کر دے ایسی ناتمام و ناقص ربوبیت ربِّ اعلیٰ و عظیم کے شایانِ شان نہیں ہے بلکہ تمام رحمت یہ ہے کہ اپنے مربوب محتاج کو علم کی اس نعمتِ عظمیٰ سے بھی سرفراز کرے جس کے بغیر انسان نہ اپنے خالق و رب کو پہچان سکتا ہے۔ نہ اپنی فطرت اور فطری حیثیت بندگی۔ نیز نہ اپنے فرائض حیات کو سمجھ سکتا ہے اور نہ اپنے انجام سے باخبر ہو سکتا ہے۔ اور نہ جس کے بغیر انسان مہذب وشائستہ (صالح) ہو سکتا ہے۔ اس علم سے اگر وہ بہرہ ور نہ ہو تو پھر ایسا جیسا کہ ارشاد ہے انسان، جانور سے بدتر ہے۔

"اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا"

(فرقان:۴۴) جہل وظلمت کی تاریک دنیا میں علم کا "سراج منیر" روشنی کا چراغ جس کو بننا تھا۔ اس کو پہلا سبق یہی پڑھایا گیا اور یہ نکتہ سمجھا دیا گیا کہ نبی امّی کے ذریعہ علم و حکمت کی روشنی انسانوں کی صلاح و فلاح کے لیے آرہی ہے وہ سینہ بسینہ ہوگی بلکہ کتاب ہوگی یعنی لکھی جائے گی۔ وہ کوئی ایسی بات نہ ہوگی جو صرف زبانوں سے کہہ دی جائے گی۔ بلکہ وہ قرآن ہوگی یعنی پڑھی جاتی رہے گی۔ الفاظ "اِقْرَأْ وَعَلَّمَ بِالْقَلَمِ" میں پڑھنے پڑھانے اور تحریروں و کتابت کی ضرورت و اہمیت کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ سمجھنے والے نے اس اشارے کو سمجھ لیا اور علم کی کتاب کی شکل میں محفوظ کرتا گیا۔ اور پڑھتے رہنے کے لیے نماز بھی بذریعہ جبرئیلؑ سکھا دی گئی تاکہ "اقرأ" کی مشق جاری رہے۔

علم حق سے بے بہرہ جاہل و نادان انسانوں کی جہل وظلمت کی تاریکیوں سے نکالنے کے لیے ان کے افکار و اعمال و فلاح کے لیے، اپنے بندۂ خاص کو علم کی طلب میں دنیا کی تمام مصروفیتوں اور دلچسپیوں سے کنارہ کش ہو کر غارِ حرا کے گوشۂ تنہائی میں بیٹھنے والے بندۂ خاص کو علمِ حق کا یہ بنیادی سبق دیا گیا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے۔ "لا الٰہ الا اللہ نہیں ہے کوئی معبود (پیدا کرنے والا، پالنے والا، جنت و دوزخ میں ڈالنے کا اختیار و قدرت رکھنے والا، حاجت روا، فریادرس، داتا، مشکل کشا، قادر مطلق) سوائے اللہ کے" (محمد:۱۹) یعنی استعانت، مانگ دعا، مخلوق سے نہیں بلکہ خالق و ربِ عزوجلّ سے قائم کرنا چاہئے۔ منصب نبوت سے سرفراز ہو کر اور علم و آگہی کی روشنی لے کر آپ غارِ حرا سے واپس ہوئے اور سب سے پہلے ان ہی لوگوں کو اس رحمتِ خاصّہ سے نوازا آپؐ سے جن کے خصوصی تعلقات تھے۔ آپ کی چہیتی بی بی خدیجۃ الکبریٰ۔ زیر پرورش چچازاد بھائی علیؓ جو اگرچہ سن بلوغ کو نہیں پہنچے تھے مگر ایک ہوش مند صاحبزادے تھے۔ مخلص دوست ابوبکرؓ۔ پروردہ غلام زید بن حارثؓ۔ اس کے بعد بلالؓ۔ عمرو بن عتبہؓ۔ خالد بن سعدؓ۔ نے یہ سعادت حاصل کی۔ ابوبکر صدیقؓ نے اپنے احبابِ خاص عثمان غنیؓ۔ زبیر۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ طلحہؓ۔ سعد بن وقاصؓ کو اس آبِ حیات کے گھونٹ پلائے اور رفتہ رفتہ "سراج منیر" کی لو میں ایک سے دوسرا چراغ روشن ہوتا گیا۔ جن میں مرد بھی تھے عورتیں بھی تھیں۔ اہل حق کی یہ مختصر جماعت پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر اپنے ربِّ اعلیٰ و عظیم کے حضور میں اپنے فقر و بندگی کا اظہار کرتی تھی۔ یعنی نماز پڑھا کرتی تھی۔ ابتداً علم حق کی روشنی چپ چاپ پھیلتی رہی اور علی الاعلان اشاعت علم کے لیے حکم کا انتظار تھا۔ کیونکہ اصل کام تو حق سے برگزشتہ تمام انسانوں کو درِ حق پر جھکانا تھا۔ تین سال کے بعد تبلیغ عام کا حکم نازل ہوا۔

امانت علی قاسمی۔استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم حیدرآباد

حجاب قرآنی تعلیمات کا حصہ

آج حجاب کے تعلق سے پورے ملک میں اور خاص طور پر کرناٹک میں عجیب وغریب بے چینی پائی جارہی ہے، حالیہ دنوں میں کرناٹک کے اسکول وکالج میں جو کچھ ہوا اوراس کے جواثرات پورے ملک میں دیکھے گئے ،اس نے ملک کے ہر باعزت شہری کوشرم سار کردیا۔ ہندوستان ایک جمہوری ملک ہے اور یہاں کی قدیم روایات گنگا جمنی تہذیب ہے،اس ملک میں سینکڑوں سالوں سے ہر مذہب اور ہر کلچر کے ماننے والے لوگ اپنے مذہب اور کلچر پر عمل کرتے رہے ہیں، کثرت میں وحدت یہاں کا نعرہ رہا ہے،اوراسی کو یہاں کی خوبصورتی تسلیم کی گئی ہے لیکن لگتا ہے کہ اس خوبصورتی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔

حجاب سے آج بعض لوگوں کو دقت ہورہی ہے اور اسے ایک مخصوص یونیفارم سمجھا جارہا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ حجاب مخصوص یونیفارم نہیں ہے؛ بلکہ یہ اسلامی تعلیمات کا لازمی حصہ ہے اور مسلم عورتوں کا تشخص اور تہذیبی وراثت ہے، یہ حجاب ان کی عصمت کی بھی حفاظت کرتا ہے۔ان کو عزت واحترام کا مقام عطا کرتا ہے،اور وحشی نما انسانوں اور قلب ونظر کے مریضوں سے ان کو بچاتا ہے۔

آج پڑھے لکھے طبقہ میں یہ تصور عام کیا جارہا ہے کہ پردہ کوئی چیز نہیں ہے ؛ بلکہ یہ تشدد اور کٹر پنتھی کو ظاہر کرتا ہے اسلامی تعلیمات سے اس کا کوئی لینا دینا نہیں ہے، اس لیے حقیقت پسندانہ جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

حجاب درحقیقت عورت کی عصمت کی حفاظت اور اس کی عزت و وقار کے لیے ہے، اسلام نے عورت کی عزت وناموس کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے، اسلام سے پہلے جس طرح زنا کی گرم بازاری تھی اور عورت جس قدر بے حیثیت اور لہو ولعب کا آلہ تھی، باپ جس دام میں چاہے بیٹی کو فروخت کردیتا تھا، بیوی شوہر کی چتا پر ''ستی '' ہوجاتی تھی عورت کو مالک بننے کا کوئی حق نہیں تھا، ان سب کا تقاضا تھا کہ عورت کو اس کا حقیقی مقام دیا جائے اور اس پر عملی اقدامات کیے جائیں اور عورت کے ناموس کی حفاظت کی جائے ، اس لیے نہ صرف اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا؛ بلکہ زنا کے تمام راستوں کو بند کردیا، اس پس منظر میں اسلام نے جو اقدامات کیے ہیں ان میں ایک تو یہ ہے کہ عورت کے لیے اس کی تمدنی ذمہ داریوں کا محل متعین کردیا ہے کہ وہ گھر ہے، عورت گھر کی ملکہ ہے، اس کی تمام تر رعنائیاں اسی سے ہیں؛ اس لیے عورت زیادہ سے زیادہ گھر میں رہے تاکہ اپنی خاندانی ذمہ داریاں اور نسل نو کی تربیت حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکے اس سلسلے میں عورت کو پہلی ہدایت یہ کی گئی:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی (احزاب : ۳۲)

اور گھروں میں قرار کے ساتھ رہو اور جیسے بن سنور کر ایام جاہلیت میں عورتیں گھروں سے

نمائش کے لیے نکلا کرتی تھیں اس طرح مت نکلو۔

اس آیت میں پہلا حکم عورت کو یہ دیا گیا کہ بلا وجہ گھر سے باہر نہ نکلیں اور اگر ضرورت کی وجہ سے نکلنا پڑے تو زمانہ جاہلیت کی عورتوں کی طرح بن سنور کر نہ نکلیں۔اس کے بعد دوسرا حکم یہ دیا گیا کہ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر ہوں عورت و مرد دونوں کے لیے ضروری ہے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں بلا وجہ غیر محرم پر نگاہ ڈالنا فتنہ کا باعث ہوسکتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ
وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ
اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ وَقُلْ
لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ
وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ(نور: ۳۰)

اے نبی!مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں بچا کر رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ طریقہ ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس سے باخبر ہے۔اے نبی ﷺ !مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں پست رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔

یہاں دوسرا حکم نگاہوں کو پست رکھنے کا دیا گیا اور یہ حکم مرد و عورت دونوں کو دیا گیا۔تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر کسی سے بات کرنی ہو یا کچھ لینا دینا ہو تو پردہ سے بات کرلے یا لین دین کرلے تاکہ حسن و جمال کی پیکر پر کسی شیطان کی نگاہ نہ پڑ جائے اور دل میں کسی قسم کی بے حیائی کا داخلہ نہ ہوجائے۔

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ
وَّرَآءِ حِجَابٍ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ
وَقُلُوْبِهِنَّ(احزاب : ۵۳)

اے مسلمانو!اگر تمہیں نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنی ہو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔

آیت میں اگر چہ خطاب صحابہ سے ہے لیکن اصول تفسیر کا قاعدہ یہ ہے کہ الفاظ کے عموم کا اعتبار ہوتا ہے خاص واقعہ کا اعتبار نہیں ہوتا اب اگر تعلیم ،معاش ،علاج یا دیگر کسی ضرورت پر عورت کو گھر سے باہر نکلنا پڑے تو یہ حکم دیا گیا کہ پردہ کرکے گھر سے باہر نکلے:

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ
وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ
جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا
يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا
رَّحِيْمًا(احزاب : ۵۹)

اے نبی!اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہہ دیجیے کہ اپنے اوپر چادروں کے پلو لٹکالیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں اور اللہ تعالی غفور و رحیم ہے۔

امام ابوداودؒ نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ ایک خاتون جن کا نام ''ام خلاد'' تھا آپ ﷺ کے پاس اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے آئیں جو شہید ہوچکا تھا اس وقت وہ نقاب پہنے ہوئے تھیں ،نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے ان کی استقامت پر تعجب کرتے ہوئے پوچھا

کہ آپ نقاب پہن کر اپنے بیٹے کا حال دریافت کرنے آئی ہیں؟ انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا: میرا بیٹا مرا ہے، میری حیا نہیں مری۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا تمہارے بیٹے کو دو شہیدوں کا اجر ملے گا انہوں نے پوچھا ایسا کیوں ہوگا یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اس کو اہل کتاب نے قتل کیا ہے (سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم)

ان آیتوں میں غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ حجاب کی تعلیم قرآن کریم میں صراحت سے ثابت ہے، یہ کسی فقیہ کا اجتہاد نہیں بلکہ اللہ کا حکم ہے جسے مسلمان عورتیں کسی صورت میں نظر انداز نہیں کرسکتی ہیں اور جو لوگ حجاب کی مخالفت کررہے ہیں وہ درحقیقت ایک مذہب کے ماننے والوں کو اس کے مذہب پر عمل کرنے سے روک رہے ہیں، جب کہ ملک کا دستور ہر شہری کو اپنے مذہب اور مذہبی کتابوں پر عمل کی آزادی دیتا ہے، تعلیم اور یونیفارم کے نام پر کسی کو مذہبی تعلیم پر عمل کرنے سے روکنا باشعور معاشرہ کی علامت نہیں ہوسکتا ہے۔ آج یہ مسئلہ ملک کی پارلیمنٹ اور عدلیہ دونوں جگہ زیر بحث ہے اور ہر چوک چوراہوں اور ٹی وی ڈیبیٹ میں یہ گفتگو کا موضوع بنا ہوا ہے اگر اس کا انصاف پسندانہ جائزہ لیا گیا تو یقین ہے کہ ملک کا اکثریتی طبقہ بھی حجاب کو احترام کی نگاہ سے دیکھے گا اور صدیوں پرانی مشترکہ تہذیبی وراثت کو جو لوگ ختم کرکے ملک میں انارکی پھیلانا چاہتے ہیں اسے سمجھے گا۔ اور ملک کی اقلیتوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرے گا۔

جلیل نظامی حیدرآباد دکن

غزل

جو حق پہ ہو، بے خوف و خطر بات کرے گا
ظالم سے ملا کر وہ نظر بات کرے گا
قدموں سے لپٹ جائے گی خود منزلِ مقصود
رہگیر ہواؤں سے اگر بات کریگا
اعضائے بدن جو بھی کہیں کان نہ دھریو
جب تک نہ مرا دیدۂ تر بات کرے گا
پھر دیکھنا اے دل مرے حجرے کا اجالا
جب مجھ سے مرا رشکِ قمر بات کرے گا
دل جیسا منافق تو کوئی ہو نہیں سکتا
دیکھے گا اودھر اور ادھر بات کرے گا
آہوں کے دھنی کو کبھی گونگا نہ سمجھیو!
یعنی، وہ بالفاظ دگر، بات کرے گا
قاتل کی جہاں تیغِ ستم بول رہی ہو
اس جنگ میں مقتول کا سر بات کرے گا
لفظوں میں کشش ہوگی نہ افکار میں ندرت
کرنے کو بشر شام و سحر بات کرے گا
اس جانِ تغافل کا یہ انداز غضب ہے
اک عہد وفا چھوڑ کے ہر بات کرے گا
ہم لوگ عدالت اسے کہتے ہیں جہاں پر
عیبوں کی حمایت میں ہنر بات کرے گا
دل موم کی صورت ہے جلیل اس کا، مگر وہ
جب کھولے گا منہ، مثلِ شرر بات کرے گا

احمد نور عینی۔ریسرچ اسکالر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد

ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر

مسائل کا رخ موڑنے اور اقدامی طور پر فکری یلغار کرنے کی حکمت عملی اپنائی جائے

ہمارا یہ دیش فکری جنگ سے دوچار ہے، یہ جنگ برہمنواد نے اپنے نظام حیات کے لیے چھیڑ رکھی ہے، یہ دیش برطانوی غلامی سے تو آزاد ہوگیا مگر برہمنوادی غلامی سے اب تک آزاد نہ ہوسکا، یہ غلامی ہزاروں سال سے جاری ہے، برہمنواد نے اپنا ورچسو (تسلط) باقی رکھنے کے لیے مختلف ادوار میں مختلف حکمت عملیاں اپنائی ہیں، ہر دور میں اس کا مقصد ایک ہی رہا، حکمت عملیاں بدلتی رہیں، گوتم بدھ کے انقلاب سے پہلے اس کی جو حکمت عملی تھی رد انقلاب اور اس کے بعد کے دور میں اس نے اپنی اس حکمت عملی میں تبدیلی لائی، صوفی تحریک کے دور میں بھی اس نے اپنی حکمت عملی تبدیل کی، مسلم دور حکومت میں اس کی حکمت عملی کچھ اور رہی اور انگریزوں کے آنے کے بعد کچھ اور (تفصیل کے لیے دیکھیے: سوامی دھرم تیرتھ کی کتاب The Menace of Hindu Imperialism)۔

برہمنیت کی تاریخ کا تجزیاتی مطالعہ بتاتا ہے کہ موجودہ جمہوری دور میں برہمنواد کا تسلط دراصل غلامی کا تیسرا دور ہے۔ پہلا دور ودیشی یوریشیائی حملہ آور قوم کے بھارت پر غلبہ کے بعد شروع ہوتا ہے، عدم مساوات پر مبنی طبقاتی نظام، برہمن طبقہ کی سریشٹھا (افضلیت)، مولنواسی قوموں کی بنیادی حقوق اور عزت واحترام سے محرومی، یگیہ کے نام پر بے تحاشا جانوروں کی اور خاص کر گائے کی قربانی اور تشدد (ہنسا) پہلے دور کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ یہ دور گوتم بدھ کے انقلاب تک چلتا ہے، گوتم بدھ کے انقلاب کی بنیادوں میں مساوات کا پیغام، اہنسا (عدم تشدد) کا درس، جنم کے بجائے کرم (عمل) کے معیار فضیلت ہونے کا تصور، یگیہ کی ممانعت اور پالی زبان کا استعمال قابل ذکر ہیں۔ گوتم بدھ کے پیروکاروں کی "سنگھ" نامی جماعت نے بدھ کے پیغام کی تبلیغ واشاعت کا کام کیا اور اشوک کے بدھ مت قبول کرنے کے بعد اس تحریک کو حکومتی سرپرستی میں پھلنے پھولنے کا کافی موقع ملا۔ برہمنواد نے تحریک کو دبانے کے لیے مختلف حربے اپنائے اور رد انقلاب شروع کیا، برہمن طبقہ کے باشعور لوگوں نے سنگھ میں داخل ہوکر سنگھ کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی، بدھ مت کی تعلیم گاہوں میں بھی برہمن بدھسٹ اونچے مناصب پر فائز ہوئے، یوں بدھ مت کے پردے میں برہمنی مت مضبوط ہوا، رد انقلاب کے اس دور میں گوتم بدھ کی تعلیمات کچھ کی کچھ ہوگئیں، انھیں اوتار مان لیا گیا، ان کی تحریک کی انقلابیت کو ختم کردیا گیا، بدھ مت مہایان ہنایان دو بڑے حصوں میں تقسیم ہوگیا، سنسکرت کو دوبارہ زندہ کیا گیا، برہمنی مت کے باز استحکام کے لیے لٹریچر کا بڑا ذخیرہ تیار کیا گیا، برہمن طبقہ بدھسٹ خانقاہوں اور تعلیم گاہوں میں تو داخل ہوا ہی، بدھسٹ حکومت یعنی موریہ حکومت کے اندر بھی داخل ہوا، چنانچہ پشیہ مترسونگ نامی برہمن فوج میں سپہ سالار کے عہدے تک پہنچا اور آخری موریہ راجہ برہدتیہ موریہ کا قتل کر کے حکومت پر قابض ہوگیا، آخری موریہ راجہ

کے قتل کے بعد برہمنواد کو حکومتی قوت حاصل ہوگئی، بدھ مت کے پیروکاروں کی لنچنگ کی گئی، ان کا قتل عام کیا گیا، بدھ عبادت گاہوں اور خانقاہوں کو یا تو مسمار کیا گیا یا مندر میں بدل دیا گیا۔ اس رد انقلاب کے ذریعہ غلامی کے دوسرے دور کا آغاز ہوتا ہے، اس دور غلامی میں پہلے دور غلامی کی خصوصیات تو ہیں ہی، ان کے علاوہ ذات پات کا استحکام، ذاتوں کی بنیاد پر مولنواسی قوموں یعنی شودر اتی شودر (موجودہ: ایس سی، ایس ٹی او بی سی) کی ہزاروں ٹکڑیوں میں تقسیم، بین ذاتی کھان پان اور بین ذاتی شادی بیاہ پر پابندی، ہر ذات کے ساتھ مخصوص پیشہ کا لزوم، پیشہ بدلنے کی ممانعت، ذات کے قوانین کا نفاذ، ان قوانین کی خلاف ورزی پر ذات سے باہر کردینے کی سزا، چھوت چھات کا رواج، گائے کا تقدس، برہمن کو دیوتا ماننے کا عقیدہ، دیوتا طبقہ کی طرف سے بے حیائی کو مقدس ماننے کی ذہنیت، گائے کھانے کی وجہ سے اچھوت پن کا نفاذ، شاستروں کے ذریعہ ذات پات کے نظام کو قانونی و مذہبی حیثیت کا حصول، مندر کلچر کا فروغ، بدھ عبادت گاہوں اور خانقاہوں کی مندر میں تبدیلی، گوتم بدھ کو اوتار ماننے کا عقیدہ، گوتم بدھ کی مورتیوں کا مختلف دیوی دیوتاؤں کے روپ میں استعمال اس دوسرے دور غلامی کی قابل ذکر خصوصیات ہیں۔

اسی دوسرے دور غلامی میں تاجرین، مبلغین اور فاتحین کے ذریعہ اسلام کی بھارت میں آمد ہوئی، ان تینوں میں مبلغین یعنی صوفیاء کا کردار بہت اہم ہے، اسلام کی انسانیت اور مساوات پر مبنی تعلیمات نے یہاں کے لوگوں کا دامن دل کھینچا اور لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے، اسلام میں داخل ہونے کا یہ عمل صوفی تحریک کے آغاز میں ایک تحریک بن گیا، اور بڑے پیمانے پر لوگ اسلام قبول کرنے لگے، بلا امتیاز ذات پات صوفیا کا عوام سے ربط، لنگر کا نظام، انسانی بنیادوں پر خانقاہوں میں سب کا استقبال اور سب سے بڑھ کر اسلام کی اپنی کشش ان سب باتوں کی وجہ سے قبول اسلام کے عمل نے ایک انقلابی شکل اختیار کرلی، اس دور کے ڈانڈے بھارت میں مسلم سلطنت کے قیام کے دور سے مل جاتے ہیں، صوفی تحریک کا غلام یعنی شودر واتی شودر ذاتوں پر اتنا اثر پڑا کہ ان پست و پسماندہ ذاتوں میں برہمنیت کی مخالف اور مساوات کی داعی تحریک کھڑی ہوئی جس کو بھگتی تحریک کا نام دیا گیا، کبیر داس، رودی داس، گرونانک اور بسویشور اس تحریک کے نمایاں نام ہیں۔ برہمنواد کے لیے اس انقلاب کو روکنا اور اپنا تسلط سماج پر باقی رکھنا ایک چیلنج بن گیا، البتہ خانقاہوں کے انقلابی کردار کا مقابلہ کرنے کے لیے اس نے آشرم اور مٹھ کے نظام کا سہارا لیا، جس میں غیر برہمنوں کے لیے بھی پروہتائی روا رکھی، بھگتی تحریک میں گھس کر اس کا رخ بھی موڑ دیا اور آگے چل کر خانقاہی نظام کی انقلابیت بھی باقی نہ رہی، اسی طرح برہمنواد غیر مسلم سماج پر تسلط برقرار رکھنے میں کامیاب رہا، اس کامیابی کے کئی اسباب ہیں، جن میں مسلم بادشاہوں کا شاہانہ مزاج، بھارتی سماج کا تنوع اور اس کی پیچیدگی، محکوم طبقات کی زبان سے حاکم طبقے کی ناواقفیت، برہمنوں کی تعلیمی وفکری قابلیت اور شودر واتی شودر کی تعلیمی وفکری محرومی، مذہبی رواداری اور مذہب پر عمل کی آزادی وہ نمایاں اسباب ہیں جن کی بنیاد پر مسلم حکمرانوں کی طرف سے برہمن طبقہ کو سماج پر تسلط برقرار رکھنے آزادی مل گئی۔ برہمنواد کی طرف سے خانقاہوں کی انقلابیت ختم کرنے اور غیر مسلم سماج پر

اس کا تسلط قائم ہونے کے بعد اسلام کی اشاعت وحفاظت رک سی گئی۔ البتہ گوتم بدھ کے انقلاب کو پلٹنے کے لیے برہمنواد نے جو ردانقلاب برپا کیا تھا اس میں وہ بدھسٹ اور غیر بدھسٹ دونوں کو یعنی پورے سماج کو دوبارہ غلامی میں جکڑنے میں کامیاب ہوگیا؛ مگر قبول اسلام کا جو انقلاب آیا اس میں وہ غلامی سے آزاد ہونے والوں یعنی مسلمانوں کو دوبارہ غلام نہیں بنا سکا اور نہ اسلام میں ایک حرف کی بھی تحریف کرسکا، یہی وہ بات ہے جس نے جمہوری دور میں برہمنواد کی مستقل نیند اڑا رکھی ہے۔ مسلم عہد سلطنت کے قیام سے برہمنوں کو یہ فائدہ ہوا کہ غیر مسلم سماج پر برہمنوں کے تسلط کو مذہبی رواداری اور مذہب پر عمل کی آزادی کے نام پر سرکاری سرپرستی حاصل ہوگئی، وہیں مسلم سماج کا یہ فائدہ ہوا کہ علمانے اس سماج کی مذہبی ودینی تربیت پر یکسوئی کے ساتھ توجہ دی، جس کی وجہ سے آج اسلام بھی اپنی واضح شکل میں موجود ہے اور مسلمان بھی اپنے نمایاں تشخص کے ساتھ موجود ہیں، جب کہ برہمنواد نے نہ بدھ مت کو اس شکل پر باقی رکھا اور نہ بدھ قوم کا کوئی مستقل تشخص قائم رکھا؛ مسلم عہد سلطنت میں برہمن سماج اور مسلم سماج دونوں کا فائدہ ہوا؛ مگر پست وپسماندہ سماج کا دوہرا نقصان ہوا، مسلم سماج کے اعتزال کی وجہ سے یہ لوگ برہمنواد سے آزاد نہ ہوسکے اور برہمن سماج کو سرکاری سرپرستی ملنے کی وجہ سے ان کی غلامی کی زنجیریں پہلے سے زیادہ سخت ہوگئیں۔

اسلام آنے کے بعد اور مسلم سلطنت کے قیام کے بعد ہونے والی اس تبدیلی کو ہم غلامی کا تیسرا دور تو نہیں کہہ سکتے؛ البتہ اسے غلامی کے دوسرے دور کا ایک اہم مرحلہ کہہ سکتے ہیں، ایک ایسا مرحلہ جس کی خصوصیات میں شودر واقی شودر کہے جانے والے مولنواسیوں کا بڑی تعداد میں برہمنوادی غلامی سے آزاد ہوکر اسلام قبول کرنا، قبول اسلام کی تحریک کو دبانے کے کے لیے برہمنواد کی طرف سے آشرم اور مٹھ کے نظام کا سہارا لینا، پست وپسماندہ طبقات میں چلنے والی بیداری کی تحریک کا رخ موڑنا، مذہبی رواداری اور مذہب پر عمل کی آزادی کے نام پر برہمنواد کا سرکاری سرپرستی میں غیر مسلم سماج پر ورچسو اور تسلط حاصل کرنا قابل ذکر ہیں۔ یہ مرحلہ انگریزی تسلط تک چلتا ہے، انگریزوں کے تسلط کے بعد سے بھارت کے عوامی جمہوریہ ہونے تک کا مرحلہ غلامی کے دوسرے دور کا آخری مرحلہ ہے، اس آخری مرحلہ میں بھارت کے عہد جدید کی برہمنیت مخالف تحریک کا آغاز ہوتا ہے، یہ تحریک شودر (موجودہ: او بی سی) طبقہ کے ایک عظیم قائد بابائے قوم جیوتی با پھلے کی قیادت میں شروع ہوتی ہے، ان کے بعد شاہو جی مہاراج سے اس کو تقویت ملتی ہے، پھر ڈاکٹر بی آر امبیڈکر اس کی کمان سنبھالتے ہیں، حیدرآباد کے بی شیام سندر، ٹاملناڈو کے پیریار، کیرلا کے شری نارائنا گرو اور دوسرے کئی بہوجن قائدین اس کی سرکردگی کرتے ہیں، یہ تحریک دراصل عہد جدید میں برہمنیت مخالف انقلاب ہے۔ دوسرے دور کی غلامی کے اس آخری مرحلہ میں انقلاب اور ردانقلاب کی کشمکش چلتی رہی، یہ کشمکش تیسرے دور کی غلامی میں بھی داخل ہوئی اور ابھی تک جاری ہے۔

تیسرے دور کی غلامی میں برہمنواد کو ایک بڑے چیلنج سے نمٹنا پڑا، وہ چیلنج جمہوریت کی وجہ سے پیدا ہوا تھا، برہمنواد سے جس طبقہ کا مفاد وابستہ ہے وہ اقلیت میں ہے، اس کو حکومت کرنے کے لیے اکثریت کی تائید چاہیے تھی،

اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے برہمنوں کے دو گروہ ہو گئے، دونوں میں سے ہر ایک نے اپنے لیے الگ راہ منتخب کی، دونوں کا طریقۂ کار ایک دوسرے سے مختلف تھا، البتہ مقصد دونوں کا ایک تھا، برہمنواد کے خاتمہ کے لیے دونوں میں سے کوئی تیار نہیں تھا، دونوں میں سے ایک نے سیکولرزم کا انتخاب کیا، اور ایک نے ہندوتو کا۔ اصل میں دیش کی آزادی کے وقت تین ہی صورتیں تھیں: مسلم حکومت قائم کی جائے، ہندوراشٹر (برہمن راشٹر) قائم کیا جائے، سیکولر حکومت بنائی جائے۔ سورنوں اور برہمنوں کا جو گروہ مسلمانوں کے ساتھ تحریک آزادی میں شریک ہوا تھا اس کے سامنے سیکولرزم کو کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا، کیوں کہ مسلم حکومت سے وہ راضی ہو جائے اس کا کوئی تصور ہی نہیں تھا، اور مسلمانوں کو چھوڑ کر اچانک کوئی نیا ووٹ بینک بنالے یہ کوئی آسان نہیں تھا، ہندوتوادی برہمنوں کو شبانہ روز جو محنت کرنی پڑی اس سے بھی یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں تھا، یہ آسان اس لیے بھی نہیں تھا کہ تحریک آزادی کے دور میں برہمنوں اور سورنوں نے پست و پسماندہ ذات کو نظر انداز کیا تھا، امبیڈکر جب پست طبقات کو ہندو قوم سے الگ کرنے اور انھیں مستقل حقوق دینے کا مطالبہ لے کر اٹھے تو اس وقت سورنوں اور برہمنوں نے کچھ ہمدردی دکھانی شروع کی، مگر مسلم قوم کو یکسر نظر انداز کر کے ہندو کے نام پر پست و پسماندہ طبقات کو چند سالوں میں اپنا ووٹ بینک بنا لینا پھر بھی آسان نہیں تھا۔ اس گروہ کے لیے آخر میں یہی صورت بچی کہ سیکولرزم کو اپنا لیا جائے، آزادی کے وقت جب قومیت کی بحث چھڑی تو متحدہ قومیت کو ماننے والی مسلم قیادت سیکولر برہمنوں کے ساتھ تھی، سیکولر برہمنوادی گروہ نے متحدہ قومیت کے بہانے آہستہ آہستہ مسلمانوں کی سیاسی قیادت ختم کر دی گئی، اور تقسیم وطن کے وقت بھارتی مسلمانوں پر ٹوٹنے والی قیامت صغریٰ اور آئندہ ہونے والے فسادات کی وجہ سے ان کے اندر تحفظ اور سیکوریٹی کی نفسیات نے جنم لیا، سیکولر برہمنوادی گروہ نے اس نفسیات سے خوب فائدہ اٹھایا اور یوں آہستہ آہستہ مسلم قوم معاشی اور سماجی اعتبار سے دلتوں سے زیادہ بدحالی کا شکار ہو گئی، نہ تحفظات (ریزرویشن) ملے اور نہ کوئی حقوق، بس تحفظ کے لیے مسلمان ووٹ دیتے گئے، چوں کہ مسلم قوم اس برہمنوادی گروہ کا ووٹ بینک تھی اس لیے ''بہ ظاہر'' یہ سیکولر گروہ مسلمانوں کے تئیں نرم پہلو ہونے کا مظاہرہ کرتا رہا اور برہمنواد کو اس طرح مستحکم کرتا رہا کہ دامن پہ کوئی چھینٹ نہ خنجر پہ کوئی داغ۔ برہمنوں کے دوسرے گروہ نے ہندوتو کی راہ کا انتخاب کیا، یہ راہ آسان نہیں تھی، کیوں کہ ذات پات کی دنیا میں ہر ذات کی اپنی دنیا ہوتی ہے، اس کی دنیا ذات سے شروع ہو کر ذات پر ختم ہو جاتی ہے، تمام ذاتوں کو متحد کرنا کوئی کھیل نہیں تھا، اور پھر متحد بھی اس طرح کرنا تھا کہ ان کے اندر ذات پات کی جو تقسیم ہے وہ باقی رہے، یعنی وہ سب متحد بھی رہیں اور آپس میں دست و گریباں بھی، چناں چہ اس کے لیے ہندوتو کی آئیڈیالوجی اپنائی گئی اور مسلمانوں کو دشمن بنا کر پیش کیا گیا، اس گروہ نے ایسا منظم اور مستحکم کام کیا کہ سیکولرزم اختیار کرنے والا برہمنوادی گروہ بھی آہستہ آہستہ نرم ہندوتو کی طرف بڑھنے لگا۔ تیسرے دور کی غلامی کی اصل حکمت عملی یہی ہے، اور اسی حکمت عملی کو بنیاد بنا کر ہندوراشٹر (برہمن راشٹر) قائم کرنے کی منصوبہ بندی ہے۔

یہاں اس بات کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے دور غلامی اور موجودہ تیسرے دور غلامی میں کئی

خصوصیات مشترک ہیں، دوسرے دور غلامی میں باغی طبقہ کو سیاسی، سماجی، معاشی ہر اعتبار سے اچھوت بنایا گیا موجودہ دور غلامی میں بھی باغی طبقہ یعنی مسلمانوں کو ہر اعتبار سے اچھوت بنانے کی کوششیں کی جارہی ہیں، (واضح رہے کہ بھارتی مسلم قوم کے پوروجوں نے آمد اسلام کے وقت برہمنواد سے بغاوت کی تھی)، دوسرے دور غلامی میں گائے کے نام پر اچھوت بنایا گیا موجودہ دور غلامی میں بھی مسلمانوں کو گائے کے نام پر اچھوت بنایا جارہا ہے، دوسرے دور غلامی میں گائے کے نام پر اچھوتوں کا قافیہ حیات تنگ کرنے کے لیے شودر کو استعمال کیا گیا، موجودہ دور غلامی میں بھی گائے کے نام پر مسلمانوں کا قافیہ حیات تنگ کرنے کے لیے شودر یعنی او بی سی کا استعمال کیا جارہا ہے، دوسرے دور غلامی میں باغی طبقے پر حملہ کرنے کے لیے شودر کو استعمال کیا گیا موجودہ دور غلامی میں بھی او بی سی کو استعمال کیا جارہا ہے، دوسرے دور غلامی میں شودر کو گائے کے تقدس کا دیوانہ بنایا گیا موجودہ دور میں بھی او بی سی کو گائے کے تقدس کا دیوانہ بنایا گیا، دوسرے دور غلامی میں بدھ عبادت گاہوں کو مندروں میں تبدیل کردیا گیا موجودہ دور غلامی میں بھی مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کیا جارہا ہے، دوسرے دور غلامی میں برہمنوں نے گوتم بدھ کی مورتیوں کے آگے سر جھکا کر بدھسٹوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کی موجودہ دور غلامی میں بھی یہ لوگ امبیڈکر کی مورتی کے آگے سر جھکا کر امبیڈکر وادیوں کو بیوقوف بنانے کی کوشش کررہے ہیں، دوسرے دور غلامی میں شودر واتی شودر کو آپس میں لڑا کر برہمن راج کرتا رہا موجودہ دور غلامی میں بھی مسلمانوں اور بہوجنوں کو آپس میں لڑا کر برہمن راج کر رہا ہے، دوسرے دور غلامی میں برہمنوں نے بدھسٹ خانقاہوں، تعلیمی اداروں اور حکومتی محکموں میں گھس کر قیادت اپنے ہاتھ میں لی موجودہ دور حکومت میں بھی تمام جمہوری اداروں اور محکموں میں گھس کر قیادت اپنے ہاتھ میں لے رکھی ہے، دوسرے دور غلامی میں برہمنوں نے حکومتی اقتدار کی راہ ہموار ہونے تک ''سنگھ'' کے ذریعہ سماج کے اندر گھس کر کام کیا، موجودہ دور غلامی میں بھی ان لوگوں نے حکومتی اقتدار کی راہ ہموار ہونے تک ''سنگھ'' کے ذریعہ سماج کے اندر گھس کر کام کیا؛ البتہ دوسرے دور غلامی اور تیسرے دور غلامی میں ایک بڑا فرق ہے جو اوپر بھی ذکر ہوا ہے کہ دوسرے دور غلامی میں بدھ مت اس برہمنواد کا پلٹ وار نہ سہہ سکا اور اس کی انفرادی شناخت باقی نہ رہی؛ مگر اسلام اس ملک میں آج بھی اپنی غیر محرف شکل میں وحدت الٰہ اور وحدت انسانیت کا علم لیے سینہ تانے کھڑا ہے، برہمنواد اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ وہ اسلام کی شکل اور مسلمانوں کے تشخص کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا تو پھر تیسرے دور کی غلامی کا کام کیسے مکمل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اچھوت بنا کر برہمنواد اپنے مقصد کی تکمیل کرے گا، مسلمانوں کو اچھوت اسی وقت بنایا جاسکتا ہے جب ان کا رشتہ ایس سی، ایس ٹی، او بی سی سماج سے مکمل کاٹ دیا جائے، اور یہ اسی وقت ہوگا جب مسلمانوں کے خلاف ایس سی، ایس ٹی، او بی سی کو 'ہندو' کے نام پر بھڑکایا جاتا رہے اور مسلمانوں کے ردعمل کا فائدہ اٹھا کر انھیں لڑایا جاتا رہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جمہوری دور میں برہمنواد نے ماضی کی حکمت عملیوں کے مقابل ایک الگ حکمت عملی وضع کی۔ برہمنواد سے جس طبقہ کا مفاد وابستہ ہے وہ چوں کہ اس ملک میں اقلیت میں ہے اس

لیےاس نے جنگ میں اپنے کو اکثریت میں لانے کے لیے ہندوتو کا نقاب اوڑھ لیا، اس نقاب کی آرائش وزیبائش کچھ اس انداز سے کی کہ وہ قومیں جنھیں شودر واتی شودر قرار دے کر برہمنواد نے زائد از تین ہزار سال سے اپنا غلام بنا رکھا ہے ان کی بڑی تعداد بھی دھوکہ کھا گئی اور ہندوتو کے جال میں گرفتار ہوگئی۔ برہمنواد نے ایک تو ان قوموں کو تعلیم سے دور رکھ کر تقریبا چار ہزار سال سے غلام بنائے رکھا، پھر تقریبا ڈیڑھ صدی سے ان کی ذات پات کی تقسیم کو باقی رکھنے کے ساتھ بڑی چالاکی سے انھیں مخصوص مقصد کے لیے ایک صف میں کھڑا کرنے کی مسلسل کوشش کی اور اب بھی کر رہا ہے، یہ صف بندی مسلم دشمنی کی بنیاد پر کی گئی، اس کا آغاز دیانند سرسوتی نے انیسویں صدی کے اواخر میں کر دیا تھا، پھر بیسویں صدی کی تیسری دہائی سے اس صف بندی کو مضبوط کرنے کی مسلسل ومنظم کوشش جاری ہے، اس میں سیکولر برہمنوادیوں کا بھی حصہ ہے۔ یوں جمہوری دور میں برہمنواد نے بھارت کے پست وپسماندہ طبقات کے سماج کی حالت کچھ یوں کردی کہ انھیں ذات پات کے نام پر تو بری طرح منقسم کر رکھا؛ مگر مسلم مخالفت کے نام پر انھیں ایک صف میں لا کھڑا کیا، عام حالات میں تو ہر ذات کا دائرہ اپنی ذات تک محدود ہے؛ مگر الیکشن اور فساد کے موقع سے ہر ذات کے لوگ ''ہندو'' بن جاتے ہیں یا بنا دیئے جاتے ہیں، جب بات برہمنواد کے مفاد کی آتی ہے تو ان سب کو ''ہندو'' بنا دیا جاتا ہے اور جب بات ان کے حقوق اور مفادات کی آتی ہے تو پھر ذات پات کو ہوا دی جاتی ہے۔ برہمنواد کا مفاد جب انھیں ایک کرنے میں ہوتا ہے تو وہ مسلمانوں کے مسائل چھیڑ دیتا ہے، اور جب اس کا مفاد ان کو تقسیم کرنے میں ہوتا ہے تو ذات پات، چھوت چھات اور اونچ نیچ کے نام پر لڑا دیتا ہے۔

فضیل فوز حیدرآباد

دُخترِ اسلام مسکان خان

کر رہے تھے دُشمنانِ دین جب پیدا بگاڑ
اُبھری اِک آواز بن کر شیرنی کی تب دہاڑ

شر پسند و خاک میں مل جاؤ گے تم دیکھنا
قوم کی گر بیٹیوں سے تم کروگے چھیڑ چھاڑ

نعرۂ تکبیر دے کر ڈٹ گئی تھی شیرنی
دُشمنانِ دیں کے آگے بن کے جرأت کا پہاڑ

کیوں نہ ہو اس بات سے دِل غم زدہ ہر ایک کا
ہند میں نفرت کے ہے سوداگروں کی بھیڑ بھاڑ
ہند کا دستور جو پامال کرنا چاہیں گے

زندگی خود ان کی بن جائے گی سرتا کباڑ
کوئی گر اُنگلی اٹھائے گا شریعت پر تو سُن
ہیں کھلے اس کے لیے سارے جہنم کواڑ

آپ بھی دل کھول کر اے فوز لعنت بھیجئے
حق کا جب ایمان ہو لازم ہے باطل کی لتاڑ

ڈاکٹر آصف لئیق ندوی، عربی لیکچرر مانو

ایک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھر تھرا اٹھے

کرناٹک میں حجاب نے ہندوتوا وادیوں کو بے حجاب کردیا: صوبہ کرناٹک میں حجاب پر پابندی کی ناپاک پلاننگ اوراس کے خلاف مسکان خان کی جراتمندی و بہادری جیسے اقدامات نے نہ صرف باحیا خواتین و مسلم طالبات میں ایک شان ومنزلت اور احساس برتری پیدا کردی ہے بلکہ ملک کے مظلوموں، بے سہاروں، بے زبانوں، اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں میں امید و کرن کی ایک روح پھونک دی ہے! پورے ملک میں مسکان کی تکبیر کی گونج نے بجلی کی طرح کام کیا ہے، ویڈیو میں قید اس کی آواز اور حرکات وسکنات نے چشم زدن میں سب کو اپنا اسیر بنالیا ہے، دھیرے دھیرے پوری دنیا میں حق و باطل کے اس نظارے نے اپنا اثر دکھایا ہے، آج بھی یہ خبر سوشل میڈیا سمیت ہر جگہ گردش کررہی ہے، جس نے نہ صرف غیر تمندوں کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے بلکہ انسانی برادری کے شعور و وجدان کو بیدار کردیا ہے، ہر شخص کی زبان پر حجاب ہی حجاب کا چرچا جاری ہے، خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، سکھ ہو یا عیسائی سبھوں نے ارباب اقتدار، ہندوتوا نظریے کے حاملین اور شرپسند عناصر کے رویے کو کوسنا شروع کردیا اور حجاب کے بہانے مسلمانوں کو نشانے بنانے کا کھیل تصور کیا ہے اور اس بدبختانہ چال وسازش کے خلاف حق کی تلوار اور باتوں کی دھار سے سبھوں نے ظالموں کا سامنا کرنے کا تہیہ کرلیا ہے، شاید ہی کوئی بدبخت ہوگا! جس نے تکبیر کی غیبی طاقت کا اب تک اندازہ نہ کیا ہو! مذہبی آزادی کی اس جنگ میں قولاً فعلاً یا کم از کم دل میں بڑا سمجھ کر کسی طرح سے حصہ لینے سے پیچھے رہ گیا ہو! ہر کس وناکس نے اس ناانصافی کے خلاف اپنی آواز بلند کی ہے، کسی نے اپنی بہترین تحریر وتقریر سے اس کی بھرپور ترجمانی کی ہے، تو کسی نے سوشل میڈیا کے ذریعے اپنے مافی الضمیر کو ادا کرنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے، کوئی اپنے عمدہ کمنٹ وتبصرے سے اس لامتناہی سلسلے کی کڑی میں جڑنے کی ہمت کی ہے غرض کہ سب کے سامنے ایک بڑا ہدف ہے کہ ہندوتوا نظریے سے اس ملک کو کیسے نجات دلایا جائے! اس کے حاملین کو کیسے اکھاڑ کر پھینکا جائے! اس نظریے نے ملک کا اب تک جو خستہ حال کردیا ہے وہ کسی کی نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ملک کی معیشت ڈوب کررہ گئی ہے! مہنگائی کا بے تحاشہ عروج ہوگیا ہے! بے روزگار نوجوانوں کو نوکری اور روزگار کی عدم فراہمی ہے اور دور دور تک اس کا کوئی گمان نظر نہیں آرہا ہے، اب دستور وآئین کی پامالی کا ڈرامہ کب تلک لوگ برداشت کریں! سبھوں نے ملک کی بقا وتحفظ کا اب عزم مصمم کرلیا ہے، مسکان خان کے اس پرعزم و پرہمت واقعے سے باطل کے دل پر تیر کی طرح چوٹ لگانے کا ہنر سیکھ لیا ہے، شمشیر کی طرح وار کرنے کا بڑا حوصلہ حاصل کرلیا ہے اور دستور کو زندہ رکھنے کا آپس میں عہد و پیمان کرلیا ہے، اسی معاہدے کے ساتھ ہم سب اپنی اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں جڑ گئے ہیں، حتی کہ راقم نے بھی اسی فیصلے

کے ساتھ آپ کے ساتھ ہے، شاید ہی کوئی ہندوستانی شہری ہوگا جو ٹال مٹول یا شش و پنج کے عالم میں اب تک مبتلا ہوگا اور ملک کے آئین کی پاسداری میں اپنا نام درج نہیں کروایا ہوگا، جبکہ پورا ملک میچ فکسنگ کے طرز پر دستور فکسنگ کے رویے سے نالاں و بیزار ہے۔ اور پانچوں صوبوں میں ہوتے ہوئے اسمبلی انتخابات میں کھلاڑیوں کو سبق سکھانے کے لئے پرعزم ہے، باطل کے ایوانوں میں عوام و خواص کے اس بیداری کو دیکھ کر کھلبلی مچی ہوئی ہے، سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے کہ۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اسکو اپنی منزل آسمانی میں

الحمدللہ اس وقت ملک کے طول و عرض میں حجاب و نقاب کی حمایت اور خواتین اسلام کے دستوری حقوق کے تحفظ میں مسلسل مظاہرے منعقد ہو رہے ہیں، مردوں سے زیادہ خواتین وطالبات پرعزم نظر آ رہی ہیں، غافل و محروم القسمت افراد بھی اس معاملے میں اپنی موجودگی اور چابک دستی کا احساس دلا رہے ہیں، گویا کہ پورا ملک اسی فکر میں ڈوبا ہوا ہے، وہ تو اچھا ہوا کہ مسکان کے واقعے کے ویڈیو گرافر نے ملک کی لاج رکھ لی اور پوری قوم کی عزت بلند کرنے کے لئے وہ کلپ شیئر کر دی، ہم مسکان کے ساتھ ساتھ اس ویڈیو گرافر کو بھی بڑے انعام و اکرام کا مستحق سمجھتے ہیں، کیونکہ انہوں نے بروقت اس واقعے کو بعینہ قید کیا اور ملک کی عوام اور ان کی عدالت کے حوالہ کیا، ہم ایسے باغیرت افراد واشخاص سے بہترین توقعات رکھتے ہیں اور مزید امید قوی کرتے ہیں کہ وہ ملک کے چاروں طرف اقلیتوں بالخصوص مسلمانوں کے خلاف ہوتے ہوئے دردناک واقعات، افسوسناک فسادات، حق تلفی و ناانصافی کے المناک مناظر و شواہدات کو بعینہ قید کر کے سوشل میڈیا کے ذریعے عوام کی عدالت میں پیش کریں گے، اس وقت ملک کے گوشے گوشے میں احتجاجات و مظاہرے کا سلسلہ بہت تیزی کے ساتھ جاری ہے، ملک کے تعلیمی اداروں سے بھی اس کی بہترین نمائندگی ظاہر ہو رہی ہے، سب کو عوام کے درمیان لائیں گے، الحمدللہ اب تو بعض ایسے میڈیا اور ذرائع ابلاغ والے جن سے اس سلسلے میں قطعی کوئی اچھی امید نہیں تھی مگر وہ بھی کسی نہ کسی طرح سے انگلی کٹا کر شہیدوں کی فہرست میں اپنا نام درج کروا رہے ہیں، شاید کہ اب ان کو احساس ہو گیا ہے کہ ہمارے آقا بہت جلد ملک کی حکمرانی سے دستبردار ہونے والے ہیں، پھر کوئی انکا نام لیوا بھی باقی نہیں رہنے والا ہے۔

شاید ہی ملک کا کوئی اخبار یا آن لائن پورٹل ہوگا جو ملک میں اسلاموفوبیا کی اس خطرناک پالیسی پر اپنا احتجاج شائع نہیں کیا ہو، سبھوں نے حجاب کی حمایت میں ہر طرح کی خبریں شائع کیں، اپنی بہترین نمائندگی سے ملک کے دستور و آئین کا پاس و لحاظ کیا اور اسی بات کی سب سے امید بھی کی جاتی ہے، یہاں تو اب غیر بھی اپنے اپنے طرز روش سے بادل نخواستہ ہی سہی کچھ نا کچھ اپنی انسانیت اور ان کے ساتھ ہمدردی کا ثبوت فراہم کرتے نظر آ رہے ہیں۔ ایسے لوگوں اور میڈیا والوں سے ہماری دیرینہ خواہش بھی ہے کہ وہ مسکان کی خبریں سنا سنا کر اور دکھا دکھا کر حق بات کی خوب ترجمانی کرتے رہیں اور اپنے آقا کے سامنے وہی تاثر پیش کریں جیسا کہ تن تنہا کرناٹک کی ایک لڑکی ذات نے سینکڑوں شرپسندوں اور گیدڑوں کے درمیان رہ کر شیرنی کا رول پیش کیا اور اپنی جان و عزت کی کوئی پرواہ کئے بغیر وہ تاریخی اور

مثالی نمونہ رقم کیا جو اچھے اچھے مرد بالخصوص گودی میڈیا کے افراد پیش کرنے سے قاصر ہیں! مسکان نے تکبیر مسلسل کی صدا کے ذریعے یہ ثابت کردیا کہ اللہ کی ذات ہی سب سے بالا و برتر ہے، اسی کے حکم سے دنیا اور دنیا والوں کا نظام چل رہا ہے اور اسی کا لشکر ہر جگہ غالب ہو کر رہنے والا ہے، سورہ صافات میں اللہ تعالی کا کھلا فرمان ہے کہ ''ہماری قضا اور ہمارا فیصلہ اس امر پر ہو چکا ہے کہ ہمارے پیغمبر بے شک منصور وظفر مند ہیں اور بے شک ہماری فوج (لشکر حق) غالب و فاتح ہونے والا ہے۔'' مسکان کے واقعے نے ہمیں یہ بتا دیا ہے کہ اللہ کے علاوہ کسی سے خوف نہیں کھایا جاسکتا، تکبیر و تہلیل کی غیبی طاقت کے ساتھ اکیلا لڑتے ہوئے کامیاب ہو جانا ہی خدا کے یہاں ہمیشہ ہمیش کی زندگی کا خطاب پا جانا ہے، اور یہی اصل کامیابی بھی ہے، انہوں نے اکیلی ایک طرف اپنے مخالفین کو سبق سکھایا تو دوسری طرف اپنی قوم و ملک کے نوجوانوں کو جرأت و ہمت کا بیش بہا تحفہ اور اسلامی کردار کا بہترین نمونہ پیش کر کے باطل سے مقابلہ کا کھلا ثبوت فراہم کردیا، جس کی بلند شان و منزلت کی کوئی قیمت ادا نہیں کی جاسکتی۔ آج بھی ملک کے چپے چپے میں مسلم قوم بالخصوص شہر کرناٹک میں ایسے بے باک رہنما، سچے مجاہد اور انگریزوں کے پکے دشمن یعنی شیر میسور کی بہادر بیٹیاں اور شیرنیاں جب تک زندہ ہیں، اس وقت تک کوئی خدا اور اس کے بندے کا نام ونشان نہیں مٹا سکتے، قانون صرف اللہ کا چلنے والا ہے، جن بیٹیوں اور بیٹوں کے اوصاف پر ملک کو ناز ہے، امت کو فخر ہے، اسلام کو اس کی شدید ضرورت ہے، دستور و آئین کو اعزاز ہے، مسلمانوں کو اسی فکر و نظر کی تلاش ہے، جن سے بڑی توقع و امید بھی ہے۔۔۔ کاش کے پورے ملک کا کردار اس شان و مرتبے سے متصف ہو جاتا! برادران وطن کی نظر بھی حق کی تلوار بن جاتی! عورتوں کی یہ اعلی صفات برادران وطن بالخصوص مسلمانوں، مسلم طلبا و طالبات، ان کی نسلوں اور نوجوانوں میں مکمل سرایت کر جاتی۔ میری بھی قوم و ملک سے یہی تمنا اور آرزو ہے کہ

ایک ایسی شان پیدا کر کہ باطل تھرتھرا اٹھے
نظر تلوار بن جائے نفس جھنکار ہو جائے

سوشل میڈیا پر ایک غیر مسلم نوجوان لڑکا اور لڑکی بھی ہندتوا کی اس ناپاک پالیسی سے ملک کو مامون و محفوظ رکھنے کی باتیں کہتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں، ایک ہندو عورت بھی حجاب کے مسئلے کو لے کر حکومت کو لعن طعن اور مسلم خواتین کی حمایت کرتی ہوئی نظر آرہی ہے، بڑے بڑے سیاسی لیڈر بھی اس پر اپنی حیرت و تعجب کا برملا اظہار کررہے ہیں، خود بی جے پی کے بعض قدآور لیڈر نے بھی عوام و خواص کا مزاج و امتزاج کا مطالعہ کرلیا ہے، مگر وہ اپنی رفتار و روش کو بدلنے کے بجائے قوم و ملک کو اصل موضوع سے بھٹکانے کی کوشش کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں، شاید کہ انہوں نے ایسا سوچا بھی نہیں تھا کہ یہ گیم الٹا پلٹ جائے گا، پانچ صوبوں میں سیاسی مفادات کے حصول کے لیے جو کھیل کھیلا گیا اب کھلاڑی نے بھی یہ بھانپ لیا ہے کہ ہمارا بستر سمٹنے والا ہے، ہر جگہ سے ہمارا صفایا ہونے جارہا ہے، چلو چلتے ہوئے اپنی نازیبا حرکتوں سے اپنی اصلیت کی ایک اور چھاپ چھوڑ جائیں؟! ہر جگہ سے فاشسٹوں کا صفایا تقریبا طے ہے، عوام نے ہر جگہ سے اپنا رجحان اور مزاج و امتزاج کا مظاہرہ کرنا شروع کردیا ہے، اب وہ کسی طرح سے بھی ہندو مسلم کی باتوں میں آنے والے نہیں ہیں! ان کا صاف طور پر کہنا ہے کہ مسلم حکمرانوں کے طویل دور اقتدار میں جب ہندو

خطرے میں نہیں تھے تو آج بی جے پی کے دور اقتدار میں ہندو خطرے میں کیسے آ گئے؟ یہ محض سیاسی چال ہے، جس کو اب برادران وطن اپنے ذہنوں سے خارج کرتے ہوئے یکجہتی ویگانگت سے رہنے کا فیصلہ اور عہد ومعاہدہ کرنے جا رہے ہیں۔حجاب کے اس واقعے نے جہاں ایک طرف مسلم خواتین وطالبات کوملک کی شاہینوں کی طرح پرعزم کردیا ہے وہیں طاغوتی طاقتوں کوان کے ناپاک نظریات نے ملک کی عوام کے سامنے بالکل بے حجاب کردیا ہے اور ہندتواوادیوں کوخود ان کے رویے اورطرز عمل نے سرعام ذلیل ورسوا کردیا ہے، حجاب کے موجودہ مسئلے سے انکے ناپاک عزائم ومنصوبے کا جو خطرناک پہلو قوم وملک کی سامنے دودوچار کی طرح ظاہر ہوا ہے،ان کے سیاہ چہرے کاویساواضح تصوراس سے پہلے محسوس نہ کیا گیا کہ جس عمل سے برادران وطن بھی ناراض وخفا ہوتے نظر آرہے ہیں اور ہر سطح سے اس گھناؤنی حرکت ورویے پر اپنے افسوس ودکھ کا اظہار کررہے ہیں اور حجاب کے مسئلے کو اسلامی تعلیمات کا حصہ سمجھتے ہوئے دستور وآئین کے خلاف کارروائی اور ہندتواپالیسی کا غلط اقدام تصور کررہے ہیں، جو عمل قرآن وسنت اور مذہبی آزادی کے خلاف بھی ہے، پورے ملک ہی نہیں بلکہ پوری دنیامیں اس مسئلے نے ہندوستان کی شبیہ خراب کردی ہے۔امریکہ کا تازہ تبصرہ بھی حجاب اور مذہبی آزادی کے حق میں ہے، مگر دنیا کے معروف مفکر نوم چومسکی نے کشمیر میں مظالم کی تاریخ اور ہندوستان میں نفرت انگیز تقاریر اور تشدد کے حوالے سے بگڑتے ہوئے صورتحال پر خصوصی گفتگو کے دوران کہا کہ مودی حکومت منظم طریقے سے جمہوریت کو تباہ کررہی ہے اورملک کو ہندوراشٹریہ بنارہی ہے۔جس پر ہندوستان کا ردعمل بھی آج کے اخبارات میں

آپ کے سامنے ہے اور حجاب کے مسئلے پر وزیراعظم نے بھی اپنی طویل خاموشی توڑتے ہوئے کہا ہے کہ ہماری حکومت مسلم بہن بیٹیوں کے ساتھ ہے، مگر یہ صرف لفاظی ہے، جس پرعمل ندارد ہے،قول وعمل میں بالکل تضاد ہے، اگر حقیقت سے اس کا جوڑ ہوتا تو ہری دوار میں جس شرانگیزی کا مظاہرہ ہندو مذہبی سنسدوں نے کیا،اس کے پیش نظران کا کچھ مذمتی بیان کیوں نہیں سنا گیااسی لئے نوم چومسکی کا خدشہ بالکل واضح نظر آرہا ہے؟ امید تھی کہ ملک کے وزیراعظم اور بڑے ذمہ داراوردستور وآئین کے محافظ پوری مضبوطی کے ساتھ اور واضح الفاظ میں اس قسم کے انسانیت سوز بیانات اور ملک کی سالمیت کو ملیامیٹ کردینے والے افکار ونظریات کے خلاف نہ صرف یہ کہ اپنا شدید مذمتی بیان جاری کرتے بلکہ خود شرپسند عناصر اور تنظیموں کے لئے ایسا ڈھانچہ اور خاکہ باشندگان ملک کے سامنے پیش کرتے جس سے ہندو مسلم نفرت وعداوت کے جذبات واحساسات کو پروان چڑھانے والی حرکتوں پرمکمل روک تھام لگتی اورقوم وملک میں خیرسگالی کی امید وکرن پیدا ہوتی اور برادران وطن میں ان کا اعتماد و بھروسہ بحال ہوتا۔مگر ایسا اب تک نہیں ہوسکا۔جوارباب اقتدار کی بڑی بدنصیبی اورمحرومی کی بات ہے۔اس لیے عاجز آکر مردوں کے مقابلے میں عورت ذات نے اپنے کردار و عمل سے جو پیغام عمل دیا ہے، وہ مرد حضرات کے لئے بھی لمحہ فکریہ ہے،اورتمام وزراء وارباب حل وعقد کیلئے نمونہ بھی! یقیناً ملک کی شاہینوں کی کوشش بہت قابل تعریف اور لائق ستائش ہے، جس نے پورے ملک کی خواتین بالخصوص مسلم طالبات کوحجاب کے لیے پرجوش اور پراعتماد بنادیا ہے بلکہ ہندوپالیسیوں کے خلاف ہرجگہ اس جیسے اقدامات کی ضرورت کا

احساس دلا دیا ہے، اور تمام ہندوستانیوں کو اسی عزم وحوصلے کیساتھ تیار ہونے اور میدان میں ڈٹے رہنے کی رہنمائی کردی ہے، جمہوریت، عدل وانصاف، مذہبی آزادی، مساوات وبرابری اور اخوت ومودت کی فضا ہندوستانی آئین کی وہ بنیاد ہیں، جو صدیوں سے ہمارے ملک کی شناخت اور پہچان رہی ہیں، ہندو مسلم اتحاد وسمان کی اعلی مثال رہی ہیں، ساڑھے آٹھ سو سالہ مسلم حکمرانوں نے اپنے دور اقتدار میں اس اتحاد کا بھرپور خیال کیا تھا اور بعد کے امراء کو اسکی بڑی تلقین کی تھی، مگر انگریزوں نے اس کو نظر بدلگادی، اور اپنے نفاق وچالبازی سے اس اتحاد واتفاق کو پارہ پارہ کر کے رکھ دینے کی ہر ممکن کوشش کی، اسی وجہ سے کچھ عرصوں کے لیے ملک انگریزوں کے ہاتھ لگ گیا، جنہوں نے قومی جمہوری اقدار کی دھجیاں اڑا کر رکھ دینے کی جرأت کرنی چاہی تو سب سے پہلے جس بلند ہمت سلطان، باغیرت محبّ وطن اور عظیم مردمجاہد شیر میسور نے انگریزوں کی ہوا اکھاڑ کر رکھ دینے کی قسم کھائی، جو اسی ریاست کرناٹک سے تھے، کئی جنگوں میں انگریزوں کو شکست فاش دی اور اپنے عزم وحوصلے کی جو مثال تن تنہا انہوں نے پیش کی، تاریخ آزادی میں ویسا مردمجاہد نے نہیں دیکھا گیا، باطل کے خلاف انکا اقدام تاریخی تھا جس کا شیر میسور نے آغاز کیا، اور وہی جنگ آزادی کے بانی بھی کہلائے، وہ بڑے پر جوش وپر حمیت اور دور اندیش مجاہد تھے جنہوں نے انگریزوں کی بزدلانہ حرکتوں کا جب تک وہ زندہ رہے، منہ توڑ جواب دیتے رہے اور ہر جنگ میں دشمنوں کا چھکا چھڑا کر رکھ دیا۔ آج اسی فکر کی ترجمانی مسکان خان کی ذات وشخصیت سے ملک کو دیکھنے کو مل رہا ہے۔ افسوس کے غداروں نے ٹیپو سلطان کے ساتھ دغا کیا جیسا کہ آج مسلم قوم میں بھی ایسے کردار کے افراد بھی پرورش پارہے ہیں جو نام کے مسلمان تو ہیں مگر عمل اور کردار سے اسلام اور مسلمانوں کیلئے عار ہیں، وہ بھی اپنے ہی ارباب اقتدار کے دھوکے بازوں کی وجہ سے انگریزوں کے ظلم کا شکار ہوگئے اور پورے ملک سے انکا صفایا کرنے سے رہ گئے، بالآخر دھوکے کے نتیجے میں انہوں نے شہید ہوجانا گوارا تو کیا مگر پیٹ دکھانا منظور نہیں کیا، ٹیپو سلطان کا وہ تاریخی جملہ کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کے ہزار دن کی زندگی سے بہتر ہے، آپکو بھی یاد ہوگا، اسی لئے تو انگریزوں نے ان کی شہادت کے بعد انکے سینے پر چڑھ کر یہ کہا تھا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ آج اسی زرخیز سرزمین پر اسی فکر کی حامل لڑکیاں پرورش پارہی ہیں، جس کا ظہور ایک نقاب پوش مسلم طالبہ کے ذریعے ہوا، جن کی زبان سے تکبیر مسلسل کے بلند وبالا کلمات مصیبت کی گھڑی میں ان کے منہ سے نکلے جس جرأت وہمت کا مظاہرہ ٹیپو سلطان نے اپنی زندگی اور شہادت کے وقت کیا، ٹیپو سلطان کے تاریخی جملے کی طرح اللہ اکبر کا نعرہ بھی ہندتوواد یوں کے ناپاک عزائم ومنصوبے پر بجلی بن گرا جو ان کے آشیانوں کو تار تار کردینے کا ضامن ثابت ہوا، اسی بہادری کا چرچا پورے ملک میں اتنی تیزی سے پھیلا کہ ہر فرد و بشر اور مرد وزن متحمس ہوگیا، مولانا محمود مدنی نے ان کے لیے انعام کا بھی اعلان کیا، یقیناً وہ بڑے انعام اور حوصلہ افزائی کی مستحق ہے، جو خدا ہی اسے عطا کرے گا۔ ہم بھی اس مثالی طالبہ کی پابند نقاب، محافظ آزادی، طلبگار آئین، پاسدار دستور کے اوصاف کے بڑے مداح ومعترف ہیں اور سلطان ٹیپو جیسے رہنما کی بیٹیوں کو ہزاروں سلام پیش کرتے ہیں اللہ ان کی غیرت وحمیت کو تمام مسلمان مرد وعورت کے لئے نمونہ بنائے۔ اشتیاق حیدر کی زبانی۔ تو نے ڈٹ کر کفر وباطل کا کیا جو سامنا۔۔۔لاج رکھ لی تو نے پوری قوم کی توقیر کی۔

ڈاکٹر محمد نعیم صدیقی امروہوی

گم نام مجاہد آزادی: شیر علی خاں آفریدی

زلزلے جن سے شہنشاہوں کے درباروں میں تھے
بجلیوں کے آشیانے جن کی تلواروں میں تھے

عصر حاضر جدید سائنس او ر ٹکنالوجی کا دور ہے۔ ہر انسان اپنی ذاتی مصروفیات میں برق رفتار مشینوں کی طرح کام کرتا نظر آتا ہے روز بروز نئی نئی ایجادات نے دنیا کو ایسی ایسی مصنوعات سے روشناس کرا یا ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا خطہ نہیں بچا ہے جو انسان کی پکڑ میں نہ ہو یعنی انٹرنیٹ ،کیمکلس ،مہلک ہتھیار اور سمندری جنگ کے آلات نے پوری دنیا میں اتھا پتک مچا دی ہے، دنیا کی اکثر و بیشتر عوام چل تو رہی ہے زمین پر لیکن نظر رکھتی ہے آسمانوں پر، اس بھاگ دوڑ بھری زندگی کے درمیان ماضی کے دریچوں میں جھانکنے کا متلاشی اور اس ضیا کی کرنوں سے مزید نور بھرنے والا ،جس نے اپنی زندگی کو گم نام شہیدان وطن کی تاریخ رقم کرنے کے لیے وقف کر دیا، اس قلم کار کو ڈاکٹر محمد شاہد حسنین صدیقی علیگ کے نام سے جانا جاتا ہے۔

موصوف تاریخ نگاری میں ملکہ رکھتے ہیں ۔سنہ 2020ء میں طبع ہونے والی ان کی معرکتہ الآرا کتاب ''غداروں کی کارستانیاں'' کو یوپی اردو اکاڈمی لکھنؤ نے 25000 ؍ہزار کے انعام سے سرفراز کیا، اس سے قبل ان کی 2013ء میں 'جنگ آزادی کے سرخیل' اور 2016ء میں 'جدید شاعری کی مستحکم آواز شہریار' کتابیں شائع ہوئیں اور ان کو عوام و خواص میں قبولیت ملی۔

ڈاکٹر شاہد صدیقی کے مضامین اکثر و بیشتر ملک و بیرون ملک کے اخبارات رسائل و جرائد میں طبع ہوتے رہتے ہیں، آن لائن نیوز پورٹل 'دی وائر اور قومی آواز' پر بھی آپ کے مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں۔تاریخ نگاری میں لکھنے والوں کی قلت ہے اور جو ہیں وہ حقیقت بیانی پر دبیز پردے ڈال کر واقعات وحالات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں ،جس سے اصل واقعات و حالات کی شکل مسخ ہو جاتی ہے۔شاید ایسے لوگ یا تو عصبیت کے شکار ہوتے ہیں یا پھر سیاسی دباؤ کے زیر اثر رہتے ہیں۔البتہ آج کل کے بعض تاریخ داں حقیقت سے پردہ پوشی کر کے بھول بھلیوں کی سیر کراتے ہیں۔

بقول شاعر:

تیرا کرم ہے ہم پہ گناہوں کے بعد بھی ہم جی
رہے ہیں کتنی خطاؤں کے بعد بھی
ہم جیسا بدنصیب وطن میں کوئی نہیں مجرم بنے
ہوئے ہیں وفاؤں کے بعد بھی (ن۔م)

تاریخ ہند کا مطالعہ و مشاہدہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے غلامی کے طوق وسلاسل کو اتار پھینکنے کے لیے بے شمار اور لازوال قربانیاں پیش کیں، حتیٰ کہ مادر ہند کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو مدارس کے بوریا نشینوں سے لے کر خاص و عام تک کے

خون سے لالہ زار نہ ہوا ہو۔ غرض کہ کالا پانی کی سزا پانے والوں میں بھی مسلمان دوسرے ابنائے وطن سے اکثریت میں تھے، مگر وطن عزیز میں پہلے سے ہی ایک ایسے طبقے کا بول بالا قائم رہا ہے، جو مسلمانوں کی قربانیوں کو تاریخ ہند کے صفحات سے مٹانے یا ان پر پردہ ڈالنے کے لیے کوشاں رہتا ہے۔

بقول تاریخ داں پروفیسر عرفان حبیب:

''ہر گزرتے دن کے ساتھ کاغذ، دھاتو، اینٹ اور پتھر پر درج تاریخی نقوش کو مٹایا جارہا ہے، اگر مٹانے والے ہاتھوں کو روکنا ہے تو ملک کے ماضی میں عوام کی دلچسپی کو بیدار کرنا ہوگا، اس کاوش میں وہ لوگ بہت اہم کردار ادا کر سکتے ہیں جو کہ ہماری مشترکہ میراث کے قدردان ہیں۔''

بہر کیف انڈمان ونکوبار میں بھی مولانا فضل حق خیر آبادی، مولوی عبدالکریم، مولوی علاؤ الدین، مولانا احمد اللہ صادق پوری، مولوی امیر الدین، مولوی لیاقت علی اور مفتی عنایت احمد کاکوروی وغیرہ جیسے مجاہدین نے اپنی مہم جاری وساری رکھی اور وہ ملک کی سالمیت اور حرمت وآبرو کو قائم ودوائم کی ہر ممکن منصوبہ بندی کرتے رہے، ان دلیر غازیوں کی صحبتوں سے ہی شیر علی خاں آفریدی کا ایسا نظریہ تبدیل ہوا کہ وہ سب کچھ پیچھے چھوڑ کر اپنی خفیہ حکمت عملی کو کامیاب بنانے کی تگ ودو میں لگ گیا، اس نے قبول کیا تھا کہ وہ انگریزوں کو اپنا سب سے بڑا حریف مانتا ہے اور اس نے نوآبادیاتی نظام کے کسی اعلیٰ افسر کو اپنا شکار بنانے کا مصمم عزم کیا تھا۔ جس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے شیر علی خاں نے اپنے چاقو کی دھار تیز کی اور 8/فروری 1872ء کو لارڈ میؤ پر وار کر کے قتل کر دیا۔ جس کی پاداش میں انگریز حکومت نے 22/فروری 1872ء کو ان کو سزائے موت کی سزا سنائی ۔ اس جیالے نوجوان نے 11/مارچ 1872ء کو ہنستے ہنستے اپنی جان قربان کر دی لیکن انگریز مؤرخین نے اس واردات کو تاریخ ہند کے صفحات پر درج نہ ہونے دینے کی قسم کھائی تھی لیکن افسوس کا مقام ہے کہ مابعد آزادی بعض کوتاہ نظر ہندوستانی تاریخ نگاروں نے بھی انگریزوں کی تقلید کی، جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ شیر علی خاں کی آرزو تھی کہ جب ہندوستان کا تاریخ نویس ملک کی آزادی کے واقعات و حادثات لکھے تو اس میں میرا نام بھی سرفہرست شہیدان وطن میں لکھا جائے۔ لیکن وہ تاریخ نگاروں کی تنگ نظری کی نذر ہو گئے۔

آج جب شیر علی خاں کی قربانی کو 150/سال ہونے جا رہے ہیں اس موقع پر شاہد صدیقی کی نئی کتاب گم نام مجاہد آزادی شیر علی خاں آفریدی منظر عام پر آئی ہے جس میں شیر علی خاں آفریدی کے حالات وواقعات کو پیش کیا ہے ۔موصوف نے شیر علی خاں آفریدی کے معاصرین مجاہدین آزادی اور تاریخ وجغرافیہ جزائر انڈمان ونکوبار کو بڑی عرق ریزی اور ایماندارانہ طور پر پیش کرنے کی کوشش کی ہے ۔ امید ہے کہ یہ کتاب تشنگان علم کی خواہشات پر کھری اترے گی اور عوام وخواص میں بہ شرف قبولیت ہوگی۔

فردوس احمد نجار،نیٹ۔سیٹ اُردو، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

اُردو افسانوں اور ناولوں میں کشمیری مسائل کی عکاسی

زمانے قدیم میں ادب کو خالص وقت گزاری کی چیز سمجھا جاتا تھا لیکن ٹیکنالوجی کے اس زمانے میں ادب زندگی کا آئینہ ہے یعنی انسانی زندگی کے مسائل اس کا جز لازم بن چکے ہیں۔یعنی ادب برائے ادب کے زمرے سے باہر آکر ادب برائے زندگی کے مرحلے سے جوڑ گیا ہے۔اس کے پس منظر میں مختلف قسم کے وجوہات کارفرما رہا چکے ہیں۔سائنس اور ٹیکنالوجی سے نئے مسائل پیدا ہوے، زندگی کے مختلف شعبہ جات میں نئی نئی تبدیلیاں رونما ہونے لگیں اور انسان بیشتر وقت روزمرہ کے کاموں میں ہی مصروف رہنے لگا تو طویل داستانیں سننے اور سنانے کا وقت بھی اس کے پاس نہیں رہا۔پھر داستان کی جگہ ناول اور ناول کی جگہ افسانے نے لئے لئے اور ادیبوں نے اپنے گردوپیش کے سماج سے موضوعات چوں کر ناول اور افسانے کو حیات سے قریب تر کرنے کی کوشش کی۔ افسانے اور ناولوں میں عام زندگی کے مسائل کی ترجمانی ہونے لگی اور اخلاقی، اصلاحی مقاصد کی غرض سے معاشرے میں پھیلے برے رسومات، کوتاہیوں، خامیوں، الجھنوں، دردو کرب کے اوپر ہزاروں کی تعداد میں افسانے اور ناول وجود میں آگئے۔ مثال کے طور پر مولوی نذیر احمد نے اولاد کی اصلاح کے لئے، پریم چند نے پچھڑے ہوے لوگوں اور جگر درانہ نظام، عصمت نے عورت کے مسائل، منٹو نے جنسی مسائل وغیرہ کو اپنا موضوع بنایا۔پھر وقت نے کروٹ بدلی اور ٹیکنالوجی نے جہاں لوگوں کیلئے ترقی کے مواقع فراہم کیے۔وہیں اس سے سماجی، سیاسی، معاشرتی اور اخلاقی مسائل بھی پیدا کیے۔ایسے حالات کا اثر اُردو ادب پر بھی دیکھنے کو ملتا ہے چونکہ ادیب سماج کا ایک ایسا فرد ہوتا ہے جو انسانوں کے دل کا مالک ہوتا ہے وہ ان مسائل کو تحریر میں لاتا ہے۔افسانے نے انسانوں کے دُکھ درد، رنج وغم، دردو کرب، زندگی کے زیر و بم سبھی کچھ اپنے اندر سمیٹ لیا ہے۔

پریم ناتھ پردیسی، پریم ناتھ در اور تیز بہادر بھان ایسے افسانہ نگار تھے جنہوں نے کشمیر کے دردو کرب، ظلم و ستم، عصمت دری اور یہاں کے اندرونی حالات کے اوپر قلم اٹھایا۔انہوں نے کشمیر کی افلاس، محرومی مایوسی، یاس، استحال، ظلم وزیادتی، عدم تحفظ، جاگیردارانہ نظام اور شخصی راج کے خلاف لکھنا شروع کیا۔جب ہم کشمیر کے حوالے سے اُردو فکشن کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کشمیر میں عورت کو ہر عہد میں مصائب اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا ہے۔کبھی عورت کو تحریک حریت میں بھارتی فوج اور عسکریت پسندوں کی وجہ تکلیفیں جھیلنا پڑیں ہیں۔کبھی اس کو تنگ نظریے کی وجہ سے گھر سے باہر جانے سے، اعلی تعلیم اور ملازمت سے روکا گیا۔جس کی وجہ سے یہ عورت اپنے آپ کو دوسروں پر بوجھ سمجھتی تھی۔اور اپنے آپ کو بے بس ولاچار اور کمزور سمجھتی تھی اور غلاموں جیسی زندگی بسر کرتی تھی۔پھر تحریک حریت کے دوران بھارتی فوج اور عسکریت

پسندوں نے ماں سے بیٹا، بہن سے بھائی، بیوی سے شوہر چھین لیا۔ کسی کی لاش ملی، کسی کی لاش کو غائب کیا گیا۔ کسی کی لاش آدھی ملی، کوئی جیل میں سڑتا رہا تو کوئی سرے سے ہی لاپتہ ہوگیا۔ جس کی وجہ سے عورت نفسیاتی مریض بن گئی۔

اس سلسلے میں یہاں کئی افسانے اور ناول وجود میں آئے جن میں عورتوں کے مسائل کی عکاسی بھی کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر نعیمہ مہجور نے اپنے ناول "دہشت زادی" میں مردوں کی بالادستی، بھارتی فوج اور عسکریت پسندوں کو نشانہ بناتے ہو؟ عورت کی حالاتِ زار کا نقشہ کچھ اس طرح کھینچا ہے۔ ظلم وتشدد، درد وکرب کے اس دور میں ہم نے عورت کے شکست خوردہ مقام سے واقف کرایا ہے۔ اس سلسلے میں ناول کے حرفِ اول میں مشہور ومعروف نقاد گوپی چند نارنگ یوں رقمطراز ہیں۔

......اس میں رسم ورواج میں جکڑی پابہ زنجیر عورت کا درد بھائی ہے اور وادی میں موجودہ سیاسی کشمکش وقومی تاریخ کے قدموں کے چاپ بھی ۔۔۔۔۔۔۔ مجھے یقین ہے کہ اس کتاب کوئی فقط ایک نیم سوانحی ناول کے طور پر ہی نہیں بلکہ عورت کی پسماندگی کے خلاف ایک پرسوز احتجاجی دستاویز اور وادی کی انسانیت پسند روحانی میراث "ریشیت" کی درد میں ڈوبی ہوئی فریاد کے طور پر بھی پڑھا جائے گا۔

ترنم ریاض تانیثی ادب کی ایک معتبر آواز ہیں۔ ان کے تقریباً تمام ناولوں اور افسانوں میں عورت کے جذبات و احساسات، اس کی محرومیاں، آہیں، سسکیاں، آنسو، درد وکرب اور گھٹن کے ساتھ ساتھ مردانہ بالادستی کے خلاف بغاوت اور احتجاجی رویہ بھی موجود ہے۔ جس کی روشن مثالیں ہمیں ان کے ناولوں اور افسانوں میں بڑی بے باکی سے ملتی ہیں۔ اس سلسلے میں صغیر افراہیم یوں رقمطراز ہیں۔

انہوں نے پدری سماج میں مردوں کو ہدف ملامت بنائے بغیر براۓ راست اُن سماجی قدروں کو تختۂ مشق بنایا ہے۔ جو خواتین کو جلد بندیوں میں رہنے پر مجبور کرتی ہیں۔

اسی طرح جن محمد آزاد نے بھی اپنے ناول " کشمیر جاگ اٹھا" میں مرکزی کردار 'مہتاب' (نسوانی) کے ذریعے عورتوں کی مظلومیت اور محرومیت کی ترجمانی کی ہے۔ یہ ناول ڈوگرہ شاہی راج میں عورتوں پر روا رکھے جانے والے مظالم اور جنسی تشدد کی بھی روئیداد ہے۔

آج اور اہم مسئلہ جو اس وقت پوری دنیا کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں بھی وباء کی طرح پھیل رہا ہے اور اس میں روز آنہ اضافہ ہوتا جا رہا ہے وہ ہے عصمت دری اور جنسی استحال۔ خالہ حسین نے اپنے افسانے " کنوار گندل" میں بڑی فنکاری سے اس کی عکاسی کی ہے۔ افسانے کا ایک کردار حاجی نفس کی آگ میں اندھا ہو کر اپنے چھوٹے بھائی کی بیوہ عورت کو اپنے ہی گھر میں دبوچ لیتا ہے۔ جس کا نام گلاں ہوتا ہے۔ وہ بے حرمتی کی آگ میں جلتے رہتی ہے۔ اس کا جسم حاجی کی روز کی خوراک بن جاتا ہی اور گلاں بے بس و لاچار ہو کے رہ جاتی ہے۔ اس افسانے کا ایک اقتباس ملاحظ ہو۔

کل سیاہ کالی رات تیز آندھی میں جو بجلی گری، وہ انسانی بجلی ۔۔۔۔۔۔ حاجی کے روپ میں سیدھی گلاں پر ہی گری تھی جس سے گلاں کا سارا جسم جھلس گیا ۔۔۔۔۔۔ گلاں جو میں مٹھو کی طرح اپنے آپ کو اس گھر کے پنجرے میں محفوظ سمجھتی تھی، اسے پنجرے میں ہی بلی نے دبوچ لیا۔

اسی طرح عصر حاضر میں عورتوں اور نوجوان

لڑکیوں کی خودکشی میں غیر معمولی اضافہ ہورہا ہے جس کی وجہ سماج میں مردوں کی بالادستی، عورتوں پر زیادتی، ظلم واستحال، جنسی بے راہ روی، پیار ومحبت کے نام پر دھوکہ، فریب کاری وغیرہ۔ اس جانب شیخ بشیر احمد نے اپنی کہانی "صدمہ" میں واضح اشارے کیے ہیں کہ ایک مرد اپنی جنسی ہوس پوری کرنے کے بعد کنارا کش ہوجاتا ہےلیکن حاملہ دوشیزہ خودکشی کر کے موت کی اپنے گلے لگالیتی ہے۔ اسی طرح کرن کشمیری نے اپنے ناول "رات اور زلف" میں منوراما کے نسوانی کردار کے ذریعے محبت کے دلدل میں پھنسی ایک عورت کی بپتا پیش کی ہے۔ وہ محبت کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ کر اپنے عاشق کے ساتھ بھاگ جاتی ہے۔ لیکن اس کا عاشق اسے دھوکہ دیتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے کیونکہ وہ سماج میں اپنا مقام، عزت آبرو سب کچھ کھودیتی ہے۔ اسے حقارت بھری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خودکشی کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے۔ یہاں کے اُردو فکشن میں ایسی اور بھی بہت ساری مثالیں دیکھنے کو ملتی ہیں جیسے پشکر ناتھ، نورشاہ، وغیرہ نے اپنے اپنے ناولوں اور افسانوں میں پیش کیا ہیں۔

دہشت گرد ایک سنگین مسئلہ ہے جو کہ عالمی مسئلہ کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ خصوصاً کشمیری عوام کو جس پر آشوب دور کا سامنا کرنا پیدا ہے۔ اور اس سے پنپنے والے مسائل اور بحران کو یہاں کے کئی افسانہ نگاری اور ناول نگاروں نے اپنے ناولوں اور افسانوں کا موضوع بنا کر پیش کیا گیا ہے۔

اس سلسلے میں نعیمہ مجہور کا ناول "دہشت زادی" بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے اس نوبیل میں تحریک آزادی اور اس سے پیدا ہونے والے بہت سے تاریک گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ جیسے کہ عسکریت پسند لوگوں کے گھروں میں پناہ لینے کے لئے جاتے ہیں اور اگر لوگ اُنہیں پناہ دینے سے انکار کرتے ہیں تو وہ اُن کے عتاب کا شکار ہوجاتے ہیں اور اگر پناہ دیتے بھی ہیں تو پھر ان کو بھارتی فوج کا ظلم وستم اور بربریت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اسی طرح عسکریت پسندوں اور بھارتی فوج کے مابین جب تصادم آرائی ہوتی ہے تو مظلوم کشمیری عوام اور معصوموں کا بھی قتل ناحق ہوتا ہے اور کشمیریوں کو طرح طرح کی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ جیسے کریک ڈاؤن اور تلاشی کارروائیاں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے لوگوں میں خوف وہراس پھیل جاتا ہے۔ نعیمہ مجہور نے اس ناول میں تصادم آرائی کے خونین مناظر کی بھی منظر کشی کی ہے۔ جیسے ایک بار عسکریت پسندوں نے اسپتال میں پناہ لی اور باہر بھارتی فوج اُن کو تلاش کر رہی تی اس اثناء میں گولیوں کی چلنے کی آواز آئی اور اسپتال میں ہی کراس فائرنگ شروع ہوئی۔ اس دوران لیبر روم میں ایک بچے نے جنم لیا جس کا نام طنزیہ کراس فائرنگ بے بی رکھا جاتا ہے۔ پیش ہے اس ناول کا یہ اقتباس:

۔۔۔۔۔۔گیٹ کے سننے والے بنکر سے فوجیوں نے مشین گن سے اندھا دھند فائرنگ کردی جو او۔پی۔ڈی کے سامنے مریضوں اور تیمارداروں کو کہ رہی ہیں اور وہ ایک ایک کر کے گرتے جارہے ہیں۔۔۔۔کراس فائرنگ کی زد میں مریض ہیں یہ اُن کے تیماردار کو گر کر تڑپ رہے ہیں۔۔۔۔ درجنوں کھوں میں لت پت ہیں۔۔۔۔۔۔فوجی بے قابو ہو کر رجسٹرار کے دفتر کو تہس نہس کرنے لگے اور اب اسے بارود سے اُڑھانے کی تیاری میں ہے کہ ہسپتال کا عملہ ان کو روکنے

کے جتن کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔دفتر خالی ہے اور عسکریت پسند کب کے یہاں سے جا چکے ہیں۔قتل و غارت گری کے بازار کا ایک اور صفحہ رقم ہو گیا ہے۔کشمیر میں اب ہر واقعے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے بھی بدتر تھا۔

اسی طرح نور شاہ نے بھی اپنے کئی افسانوں میں دہشت گردی اور اس سے متعلقات کو موضوع بنا کر اس سے جنم لینے والے مسائل کو ابھارنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی ہے۔ملی ٹینسی کے دور میں کشمیر اور کشمیریوں کے لیے بہت سے مسائل پیدا ہو گئے اور یہاں کے عوام کی معاشی، معاشرتی، سیاسی اور سماجی سطح پر پسماندگی کا شکار ہو گئے۔احتجاجی ریلیاں نکالی جاتی ہیں تعلیمی نظام درہم برہم ہو گیا، نوجوان جن میں بعض اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی شامل ہیں۔، بے راہ روی کا شکار ہو کر غلط راستہ اختیار کرتے ہیں۔دہشت گردانہ ماحول کی نظر نہ جانے کتنے معصوم لوگ ہو چکے ہیں۔اُن کے عزیز و اقارب، دوست و احباب اُن کے غم میں تڑپتے ہیں۔نور شاہ اس سلسلے میں تحریر کرتے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔اس دوران یہ جنّت دھیرے دھیرے آہستہ آہستہ رک رک کر ایک نیا روپ اختیار کر گئی۔۔۔۔۔جہنم کا روپ۔۔۔۔۔۔۔آگ کے شعلے، قتل و غارت، آبرو ریزی، ناانصافی۔۔۔۔۔۔اور پھر آج عجیب سی بات ہوئی۔لگا تار بہت سے نوجوان لا پتہ ہو گئے۔بسیار تلاش کے بعد ان کے بارے میں کوئی جانکاری نہ ملی۔پھر ایک ہنگامہ ہوا، لوگ متحرک ہو گئے اور حراستی ہلاکتوں کے خلاف سڑکوں پر آ گئے، تلاش شروع ہوئی۔کئی بے نام قبروں سے بر آمد کی گئیں۔

نور شاہ کا لکھا ہوا مختصر افسانہ "آسمان، پھول اور لہو" جو کشمیر کے نامساعد حالات پر لکھا ہوا افسانہ ہے۔اس ناول کا یہ اقتباس پیش ہے:

"حلیمہ بی بی جو چند روز قبل اپنی بیٹی خالدہ کے ساتھ ایک شادی میں شرکت کرنے کی غرض سے سرینگر سے ورمل جا رہی تھی اور بس اسٹینڈ کے قریب ایک گرنیڈ پھٹنے کے دوران شدید زخمی ہوئی تھی، کو رات زخموں کی تاب نہ لا کر اللہ کو پیاری ہو گئیں، اُن کی دس سالہ بیٹی موقعے پر ہی جاں بحق ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

اسی طرح کشمیر لال زاکر نے بھی اپنے ناول "لال چوک" میں دہشت گردانہ واقعات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ دہشت گرد واقعات یہ حملوں میں بیرون ریاست کام کرنے یہ غیر ملکی سیاح اور کشمیری عوام بھی بلی چڑھتے ہیں۔

1991 کے بعد کشمیر کے حالات بدل گئے۔ جنّت کی اس وادی بے نظیر میں ہر جگہ گولیوں اور دھماکوں کی گن گرج سنائی دینے لگی۔ہر طرف افراتفری کا ماحول پیدا ہو گیا۔انسان کھوں پانی کی طرح بہنے لگا، ذہن نے سوچنا چھوڑ دیا، لوگ بے گھر، بے سکون اور بے وطن گئے۔اس دور کی عکاسی یہاں کے افسانہ اور ناول نگاروں کی تخلیقات امی جا بجا نظر آتی ہے۔

الغرض موضوع کے لحاظ سے جموں کشمیر میں اُردو افسانہ نگار اور ناول نگار الگ الگ نقطہ نظر کے حامل نظر آتے ہیں۔کچھ کشمیر کی سیاسی ناپائیداری، ناانصافی، رشوت خوری، بے روزگاری، دہشت گردی، کرفیو، ہڑتال، پولیس اور فوجیوں کے ہاتھوں ڈھائے گئے مظلی، عصمت ریزی لوٹ مار جیسے موضوعات پر لکھ رہے ہیں ان میں عمر مجید، نور شاہ، شبنم

بے نام گیلانی

غزل

جانب خالق عالم ہے یہ انعام ہمیں
آج پھر ہونے لگا دوستوالہام ہمیں
اپنی تخلیق کو احساس سے مربوط کرو
دور نظروں سے کوئی دیتا ہے پیغام ہمیں
بس قناعت لیا کام زرا صبر کیا
کیسے پھر ملنے لگا دنیا میں اکرام ہمیں
ہم بلا نوش نہیں ہیں کہ گنوا دیں عزت
جام پہ جام نہ دے ساقیِ گلفام ہمیں
تم جہاں جنس کی مانند یوں استادہ ہو
خوب معلوم ہے بازار کا انجام ہمیں
درد کا ہونے لگا ہے ہمیں احساس بہت
راس آنے لگے کچھ روز سے الام ہمیں
فہم میں آئے نہیں بات تو ہے بات الگ
کچھ اشارے تو کیا کیا کرتے ہیں اصنام ہمیں

قیوم، ترنم ریاض، منظور اختر، زاہد مختار، نکہت نظر، وحشی سعید وغیرہ شامل ہیں۔ جمّوں و کشمیر کے افسانہ اور ناول نگاروں نے حالات، بھوک، افلاس وغیرہ کو موضوع بنا کر بہت سے سماجی مسائل کی عکاسی کی ہیں۔ ان کی تخلیقات میں عام انسانوں کہ دردوکرب جھلکتا ہے اور وہ کشمیری عوام سے متعلقہ ہرچھوٹے بڑے مسئلے کو اجاگر کرتے رہتے ہیں۔ جس سے مسائل پائے جاتے ہیں۔ اور ہمیں کون سے تدارک کرنے چاہیے جن سے ان مسائل کا ازالہ ممکن ہوسکتا ہے۔

حوالہ جات

1 پروفیسر حامدی کاشمیری، ریاست جمّوں وکشمیر میں اُردو ادب، رچنا پبلی کیشنز جمّوں، 2010، ص 80

2۔ ڈاکٹر برج پریمی، جمّوں کشمیر میں اُردو ادب کی نشونما، رچنا پبلی کیشنز جمّوں، 2004۔ ص 29، 30

3۔ نعیمہ احمد مہجور، دہشت زادی، میزان پبلی کیشنز، سرینگر کشمیر، 2012 ص 3

4 نورشاہ، کیسا ہے یہ جنون، میزان پبلی کیشنز، سرینگر کشمیر، 2012 ص 6

5 نورشاہ، آسمان، پھول اور لہو۔

خانقاہ بلالیہ صابریہ چشتیہ

الحمدللہ اس خانقاہ میں آیات قرآنی، مسنون دعائیں، چہل قاف، حزب البحر اور اسماء الحسنی کے ذریعہ ہر قسم کے جادو و جنات اور بندش وغیرہ کا مؤثر و کامیاب علاج کیا جاتا ہے۔ ان شاءاللہ 10 تا 15 دن میں علاج مکمل ہوجائے گا۔

رابطہ کیجئے : عامل کامل مولانا مشیرالدین مظاہری خلیفہ، پیر کامل حضرت مولانا شاہ سید بلال حسین تھانوی چشتی قادری صابری نقشبندی سہروردی سے

اوقات: صبح 10 تا 4 بجے دن (جمعہ تعطیل)

مقام: مادنا پیٹ، سعید آباد، حیدرآباد۔

فون 9849504398

اسما فیروز- ریسرچ اسکالر/ شعبہ تعلیم وتربیت/ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد

قرآن نسخہ ہدایت

قرآن مجید دراصل اللہ رب العزت کی جانب سے ہدایت کے سلسلے کی آخری کڑی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد سے اس وقت عہد لیا تھا جب حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کو اس دنیا میں بھیجا جا رہا تھا۔ سورۃ البقرہ میں اس کا ذکر کچھ اس انداز میں کیا گیا ہے "فاما یاتینکم منی ہدی فمن تبع ہدای فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون والذین کفروا وکذبوا بایاتنا اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون"۔ (البقرہ:۸۳۔۹۳) ترجمہ: "جب تمہارے پاس میری طرف سے ہدایت پہنچے تو جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ خوف ہوگا نہ کچھ غم اور جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا تو وہ دوزخ میں جانے والے ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے"۔

جب حضرت ابراہیم وحضرت اسماعیل علیہما السلام خانہ کعبہ کی دیواریں اٹھا رہے تھے اس وقت انہوں نے دعا کی تھی کہ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن ذریتنا امہ مسلمہ لک وارنا مناسکنا وتب علینا انک انت التواب الرحیم۔ ربنا وابعث فیہم رسولا منہم یتلو علیہم ایاتک ویعلمہم الکتاب والحکمہ ویزکیہم انک انت العزیز الحکیم۔ (البقرہ۱۸۲۔۹۲۱)۔ ترجمہ: " اے اللہ ہم سے یہ خدمت قبول فرما اور تو سننے اور جاننے والا ہے اپنا فرمانبردار بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک گروہ کو اپنا مطیع بنائے رکھنا اور اے اللہ ہمیں ہمارے طریق عبادت بتا اور ہمارے حال پر رحم فرما بے شک تو توجہ فرمانے والا مہربان ہے اے پروردگار ان لوگوں میں انہی میں سے ایک پیغمبر مبعوث فرما نا جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائیا ور کتاب اور دانائی کی باتیں سکھائے اور ان کے دلوں کو پاک صاف کرے، بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے"۔ اس وقت جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک امت کے لیے دعا کی تھی وہیں اس کی رہنمائی کے لئے ایک رسول اور ایک کتاب ہدایت کی بھی دعا کی تھی۔ دعاء من عند اللہ مقبول ہوئی اور امت مسلمہ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں ایک رسول اور قرآن مجید کی صورت میں ایک کتاب ہدایت سے سرفراز کیا گیا۔ قرآن مجید اللہ رب العزت کی طرف سے رہتی دنیا تک کے لئے ہدایت ورہنمائی کا ضامن ہے۔

ذیل میں چند آیات پیش کی گئی ہیں ان آیات سے نزول قرآن کا مقصد واضح ہو کر سامنے آتا ہے

(1) کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربہم الی صراط العزیز الحمید۔ (سورہ ابراہیم:۱) ترجمہ: "یہ ایک پرنور کتاب ہے اس کو ہم نے تم پر اس لئے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ یعنی ان کے رب کے حکم سے غالب اور قابل تعریف اللہ کے رستے کی طرف"۔

(2) کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا ایاتہ ولیتذکر اولوا الالباب (سورہ ص:۹۲)۔ ترجمہ: " ہم نے یہ

بابرکت کتاب اس لیے نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں غور وفکر کریں اور عقل والے سمجھیں اور سبق حاصل کریں."

(3) ذلک الکتاب لا ریب فیہ ہدی للمتقین۔ (سورہ البقرہ:۲) ترجمہ:"اس کتاب میں کوئی شک نہیں اور یہ ہدایت ہے متقین کے لئے"۔

(4) شہر رمضان الذی انزل فیہ القران ہدی للناس وبینات من الہدی والفرقان۔(سورہ البقرہ: ۱۸۵) ترجمہ:"رمضان وہ بابرکت مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا جو لوگوں کا رہنما ہے اور جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور جو حق وباطل کو الگ الگ کرنے والا ہے"۔

(5) یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا۔(سورہ النسا:۱۷۴) ترجمہ:"لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے اندھیرا دور کرنے کو تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا ہے"۔

(6) یا ایہا الناس قد جاءتکم موعظۃ من ربکم وشفاء لما فی الصدور وہدی ورحمۃ للمؤمنین۔ (سورہ یونس: ۵۷) ترجمہ: " لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آپہنچی ہے"۔

مذکورہ بالا آیات قرآن مجید کے مقصد نزول اور اس سلسلے میں امت مسلمہ کے مطلوبہ رویے پر بہت ہی واضح انداز سے روشنی ڈالتی ہیں۔ان تمام آیات میں جو بات خاص طور پر موجود ہے وہ یہ کہ قرآن مجید انسانوں کے لیے کتاب ہدایت ہے، تاریکیوں سے روشنی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور حق وباطل کے درمیان تمیز اور تفریق کرنے والا ہے۔قرآن مجید خدائے ذوالجلال کا کلام ہے جسے خدائے بزرگ وبرتر نے نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنے برگزیدہ بندے محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔قرآن مجید سے قبل بھی انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے اللہ تعالی نے کتابیں نازل فرمائیں لیکن یہ تمام کتابیں اور صحیفے ان کے ناخلف حاملین کی تحریفات کا شکار ہو کر رہ گئے اور جب قرآن مجید آیا تو جملہ سابقہ کتب اور صحیفے منسوخ ہو گئے۔قرآن مجید اللہ رب العزت کا آخری پیغام ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے خود لیرکھی ہے، سورۃ الحجر میں فرمان الہی ہے، قرآن مجید کو اللہ نے جس طرح نازل فرمایا ہے اسی طرح وہ اس کی حفاظت کا بھی ذمہ دار ہے اللہ نے فرمایا" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" ترجمہ:" بے شک ہم نے قرآن مجید نازل فرمایا اور ہم ہی اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں ."

قرآن مجید کا مقصد نزول صحیح راستے کی جانب انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی ہے . قرآن مجید کتاب ہدایت ہے تاکہ لوگ اسے سمجھیں اس پر عمل کریں اور اس کے نتیجے میں دنیا اور آخرت میں اللہ رب العزت کی نعمتوں اور رحمتوں کی چھایا میں رہیں . یہ کتاب انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کے سلسلے میں اور نفس کے تزکیہ سے لے کر فرد کے ارتقا اور پھر سماج کی ہمہ جہت تعمیر وترقی کے راستے ہموار کرتی ہے۔ پاکستان کے معروف دانشور پروفیسر خورشید احمد نے اپنی کتاب" قرآن مجید مقصد اور پیغام" میں اس کا بہت ہی اچھا تجزیہ کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ قرآن مجید نے ایک نیا راستہ دکھایا ہے اس نے قبیلے، نسل، رنگ، خاک و

خون اور جغرافیائی تشخص کے بتوں کو پاش پاش کیا ہے اور اعلان کیا ہے کہ پوری انسانیت ایک گروہ ہے اور اس میں جمع اور تفریق اور اجتماعی نظام کی تشکیل کے لئے صرف ایک ہی اصول صحیح ہے یعنی عقیدہ اسلام اور منہج قرآن۔ اسی اصول کے ذریعہ اس نے ایک نئی امت بنائی اور اس امت کو انسانیت کی اصلاح اور تشکیل نو کے عظیم کام پر مامور کر دیا۔ جیسا کہ سورۃ آل عمران میں موجود ہے "اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت اور اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے، نیکی کا حکم دیتے ہو بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو"۔ قرآن نیا اس امت کی انفرادی واجتماعی زندگی کی بھی صورت گری کی ہے اور اسے باقی انسانیت کے لئے خیر وصلاح کا علمبردار بنایا ہے۔ یہی وہ چیز تھی جس نے چھٹی صدی عیسوی کے ظلم اور تاریکی سے بھری ہوئی دنیا کو تاریخ کے ایک نئے دور سے روشناس کرایا، جس نے عرب کے اونٹ چرانے والوں کو انسانیت کا نگہبان بنا دیا،، جس نے ریگستان کے بدوؤں کو تہذیب وتمدن کا معمار بنا دیا، جس نے مفلسوں اور فاقہ کشوں میں سے وہ لوگ اٹھائے جو انسانیت کے رہبر بنے، وہ نظام قائم کیا جس نے طاغوت کی ہر قوت سے ٹکر لی اور اسے مغلوب کر ڈالا۔ قرآن طاقت کا ایک خزانہ ہے، اس نے ڈیڑھ ہزار سال پہلے انسانوں کی زندگی بدل کر رکھ دی تھی اور ان کے ہاتھ سے ایک نئی دنیا تعمیر کرائی تھی۔ اسی طرح آج بھی قرآن اپنے ماننے والوں کو تباہی سے بچا سکتا ہے اور انسانیت کا رہنما اور تاریخ کا معمار بنا سکتا ہے بشرطیکہ وہ اس کا حق ادا کر سکیں۔ امام احمد ابن حنبل نے خوب کہا "لا یصلح آخر ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اولھا" یعنی اس امت کے بعد کے حصے کی اصلاح بھی اسی چیز سے ہوگی جس سے اس کے اول حصے کی اصلاح ہوئی تھی اور یہ چیز قرآن ہے۔

قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا بنیادی مقصد خود شناسی اور خدا شناسی ہے، یہ کتاب انسانی زندگی کو صراط مستقیم پر چلنے کے لئے روشنی فراہم کرتی ہے، جو لوگ غلط راستے کی طرف بڑھتے ہیں ان کی ٹھیک راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ نزول قرآن کا مقصد بنیادی طور پر یہ بیان کیا جا سکتا ہے کہ یہ کتاب انسان کو دنیا وآخرت میں کامیابی کے حصول کا طریقہ بتاتی ہے جس سے انسان رضائے الٰہی حاصل کرتا ہے جس کے نتیجے میں اس کو دنیا میں اطمینان اور آخرت میں دائمی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یہ کتاب انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کی طرف رہنمائی کرتی ہے، زندگی کے تمام مسائل اور مشکلات کا حل پیش کرتی ہے جس کی روشنی میں انسان شیطان اور اس کے فریب سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ مزید قرآن کے مقصد منزل پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ کتاب محض تلاوت کرنے کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی طرف سے کتاب ہدایت ہے اور اس کتاب سے حقیقی طور پر وہی لوگ مستفید ہو سکتے ہیں جو اس میں غور وفکر کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں، حقیقت میں یہی لوگ اجر وثواب کے مستحق ہوتے ہیں اور دو جہاں کی کامیابی وہ کامرانی پر فائز کیے جاتے ہیں۔ واللہ المستعان

صبا پروین۔ ریسرچ اسکالر پی ایچ ڈی، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی

جوگندر پال کے نمائندہ افسانوں کا تجزیہ

اردو ادب میں مختصر افسانہ نگاری کا آغاز بیسویں صدی کی ابتدا میں ہوا اور منشی پریم چند کو اس فن کا بانی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ابتدائی افسانہ نگاروں میں سجاد حیدر یلدرم، سلطان حیدر جوش اور مجنوں گورکھپوری وغیرہ کا نام سامنے آتا ہے۔ بعد ازاں ترقی پسند تحریک کے دور میں بھی افسانہ نگاروں کی ایک طویل فہرست ملتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ تحریکوں نے ادب پر اپنا گہرا رنگ ثبت کیا۔ لیکن چند ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو تحریک کے دھارے کے ساتھ ساتھ چلتے ضرور نظر آتے ہیں لیکن ان لوگوں نے دھارے میں شامل ہونے کے بجائے اپنی راہ الگ نکالی۔ ان افسانہ نگاروں میں قرۃ العین حیدر، انتظار حسین، بلراج کومل، غیاث احمد گدی، کمار پاشی، سریندر پرکاش، قمر جہاں وغیرہ افسانہ نگاروں کی ایک طویل فہرست ملتی ہے۔

ایسے ہی افسانہ نگاروں میں ایک اہم نام جوگندر پال کا ہے۔ جوگندر پال کا کہنا ہے کہ میں کہانی نہیں لکھتا ہوں بلکہ کہانی مجھے لکھتی ہے۔ جوگندر پال نے بھی افسانہ نگاری کے ضمن میں نئے تجربات کرنے کی کوشش کی ہے۔ انھوں نے فکر اور فنی دنوں سطحوں پر زندگی کی ازلی حقیقت سے پردہ اٹھانے کی کوشش تو کی ہے ساتھ ابدی حقیقتوں کو بھی اپنے افسانوں میں برتا ہے۔ ان کے یہاں معاشرے کی انحطاط پذیری کا قصہ بھی موجود ہے اور اس کی تغیر پذیر صورت حال سے انھوں نے پردہ اٹھانے کی کوشش بھی کی ہے تا کہ قارئین تک سماج کی من وعن تصویر پہنچ سکے۔ جوگندر پال سماج کے بہترین پارکھ تھے۔ اسی وجہ سے ہمیں ان کے افسانوں میں سماج کی برائیوں پر گہرا طنز دیکھنے کو کثرت سے ملتا ہے۔ اس سلسلے میں محمد علی صدیقی لکھتے ہیں:

''جوگندر پال زندگی کا عکاس ہے۔ نباض ہے اور اس کے ہر افسانہ میں چھپا ہوا گہرا طنز ہمیں بری طرح جھنجھوڑتا ہے۔ اس کا طنز اصلاح احوال کے لیے ہوتا ہے، نہ کہ اس کی اس خواہش کی غمازی کرتا ہے کہ وہ بہ حیثیت ایک تخلیقی فن کار اپنے کرداروں سے جدا نہیں ہو پا رہا ہے۔ وہ ان کے جبر اور اختیار کی کیفیات کا فن کارانہ چابکدستی کے ساتھ مطالعہ کرتا ہے اور ان کے ساتھ اس طرح یک جان ہو جاتا ہے کہ ہم زندگی کو فطرت کے سہارے سمجھنے کے بجائے خود فطرت کو زندگی کی سان پر رکھ دیتے ہیں۔'' (محمد علی صدیقی، جوگندر پال کا فن، جوگندر پال کا ذکر فکر فن، مرتبہ ارتضیٰ کریم)

جوگندر پال کی افسانہ نگاری اور اس کے فکر وفن پر تفسیل سے گفتگو کی جا سکتی ہے جاسکتی ہے۔ لیکن یہاں جوگندر پال کے افسانوی مجموعوں کو سامنے رکھتے ہوئے ان کا مختصر جائزہ پیش کروں گی۔ پال کے افسانوی مجموعے درج ذیل ہیں: (1) دھرتی کا کال (2) میں کیوں سوچوں (3) رسائی (4) مٹی کا ادراک (5) لیکن (6) بے محاورہ (7) بے ارادہ (8) کھلا (9) کھودو بابا کا مقبرہ ہے۔

دھرتی کا کال:

''دھرتی کا کال'' جوگندر پال کا پہلا افسانوی مجموعہ ہے۔اس کی اشاعت حالی پبلشنگ ہاؤس، دہلی سے 1961 میں ہوئی تھی۔اس مجموعے میں درج ذیل گیارہ کہانیاں شامل ہیں۔

(1)معجزہ (2) سب کا سوال (3) مندا (4) جب زندگی مرجاتی ہے(5) دھرتی کا کال(6)ایک جامبو رفیق(7)ملٹی ریشل (8)5(8)کمینہ(9) ہر جگہ(10) ایک ہی روپ۔ان افسانوں کے علاوہ مجموعہ میں دو تحریریں اور شامل ہیں۔پہلی تحریر کرشن چندر کی ہے۔ان کی تحریر بطور پیش لفظ شامل ہے۔اس کے علاوہ ایک تحریر''جامبو، جوگندر پال'' کے عنوان سے شامل ہے جس کے مصنف دیویندر ستیارتھی ہیں۔'آخر میں ایک چھوٹی سی فرہنگ بھی دیکھنے کو ملتی ہے جو افریقہ میں بولے جانے والے الفاظ پر مشتمل ہے۔

جوگندر پال پہلے افسانہ نگار ہیں جنھوں نے افریقہ کی زندگی کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے۔''دھرتی کا کال'' کے گیارہ افسانے دراصل نیروبی سے تعلق رکھتے ہیں۔جوگندر پال نے اپنے افسانوں کے ذریعہ افریقیوں کے دلوں میں دبی خواہشوں کو باہر لانے کا کام کیا ہے۔دراصل تمام تر محنت کرنے کے باوجود ان کی زندگی میں سکون نہیں ہے۔جس کے چلتے ہر ایک آزاد انسان کے دل میں پھلنے پھولنے والی خواہش سماج کی جکڑ بندیوں کو توڑ کر باہر نکلنے اور کھلی فضا میں سانس لینے کے لیے بے قرار ہیں۔لیکن حالات کے ہاتھوں مجبور افریقی زمین کے ٹکڑوں پر اپنا حق نہیں جما پا رہے ہیں تو ان کی خواہشیں آسمانوں کی جانب پر پھیلا کر اڑ جانا چاہتی ہیں۔

جوگندر پال نے''دھرتی کا کال'' افسانوی مجموعے میں اسی طرح کی بہت ساری تصویر کشی کی ہے جس میں افریقیوں کے دکھ درد، ان کی تکلیفوں، ان کی پریشانیوں کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے۔جوگندر پال سے قبل تک عموماً افریقہ کا ذکر کرتے ہوئے وہاں کے جنگلوں اور وہاں کے وحشی قبائل کا ذکر کیا جاتا رہا ہے۔ایسے قبیلے جو حبشی تو ہیں لیکن اتنے بہادر کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے۔لوگوں پر مظالم کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔لیکن جوگندر پال نے اپنے افسانوں میں ایسی تصویر کشی کی جو بالکل اس کے برعکس ہے۔افریقی لوگ جنھیں تکلیف ہوتی ہے، جو ایک دوسرے کی تکلیفوں میں ان کا سہارا بنتے ہیں۔جن پر باہری طاقتوں نے آکر ظلم کیے ہیں۔ ان تمام طرح کی باتوں کو جوگندر پال نے اپنے افسانوی مجموعے''دھرتی کا کال''میں پیش کیا ہے۔

جوگندر پال نے اس افسانوی مجموعے میں افریقی زندگی کی عکاسی کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔بول چال کی زبان عام سادہ اور سلیس ہے۔افسانوں کے کرداروں کے ذریعہ ادا ہونے والے مکالمات میں افریقہ میں استعمال ہونے والے چند الفاظ پیش کیے گئے ہیں تاکہ افسانہ افریقی ماحول کے عین قریب لگے۔ ان الفاظوں کو سمجھنے کے لیے کتاب کے آخر میں فرہنگ بھی موجود ہے لیکن افسانوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ان الفاظ سے طبیعت یکسر مکدر ہو جاتی ہے۔بسا اوقات وہ الفاظ رخنہ تو ڈالتے ہی ہیں ساتھ ہی ذہن کو الجھن میں مبتلا بھی کرتے ہیں۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان الفاظ کے استعمال کے بجائے عام فہم الفاظ کا استعمال کیا جاتا۔

میں کیوں سوچوں:

جوگندر پال کے افسانوں کا دوسرا مجموعہ''میں کیوں سوچوں''

کے عنوان سے اگست 1962 میں منظر عام پر آیا تھا۔اس کی اشاعت ادبستان اردو، ہال بازار امرتسر سے ہوئی تھی۔اس مجموعے کی فہرست پر نظر ڈالنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بارہ افسانوں کے ساتھ ساتھ ''چھینٹے'' کے عنوان کے تحت پینتس (35) افسانچے بھی شامل ہیں۔کتاب میں شامل بارہ افسانوں میں سے چھ افسانے ''فین ٹیسی'' اور بقیہ ''افسانے'' کے عنوانات کے تحت شائع کیے گئے ہیں۔ان کے عنوانات بالترتیب درج ذیل ہیں۔(1) جگمگاتے کنارے (2) پاگل (3) میں کیوں سوچوں (4) بہروپ (5) بوڑھا درخت (6) سب سے خوبصورت (7) پہلے ملاقاتیں (8) رنگ بھید (9) باپاں سایہ (10) دھرتی کی بیٹی (11) ناکارہ (12) ہوش بے ہوشی۔

جوگندر پال نے اس افسانوی مجموعے کے زیادہ تر افسانوں میں انسانی ترقی اور اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے برے اثرات کو موضوع بنایا ہے۔انسانوں نے زیادہ سے زیادہ کام کرنے کے لیے مختلف طرح کی مشینیں ایجاد کرلی ہیں۔اس سے نہ صرف وقت بچتا ہے بلکہ دماغ کا استعمال بھی نہیں کرنا پڑتا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان ان مشینوں پر ہی منحصر ہو کر رہ جاتا ہے۔اگر کسی وجہ سے مشین میں خرابی پیدا ہو جائے تو انسان بھی کسی کام کا نہیں رہے گا۔ اس طرح کے متعدد موضوعات جوگندر پال نے اپنے افسانچوں میں بھی پیش کئے ہیں۔مثال کے طور پر کمپیوٹر میں انسان تمام طرح کے ڈاٹا جمع کرتا رہتا ہے لیکن اگر کسی موقع پر اس میں خرابی پیدا ہو جائے اور اس میں موجود تمام ڈاٹا ختم ہو جائیں تو ایسی صورت میں انسان پھر سے وہیں پہنچ جائے گا جہاں سے اس نے ابتدا کی تھی۔اس کی حالت نوزائیدہ بچے جیسی ہو جائے گی۔مشینوں پر حد سے زیادہ انحصار کرنا انسان کی قوت یادداشت پر کہیں نہ کہیں اثر انداز ضرور ہوتا ہے۔

جوگندر پال کا اک اہم افسانہ ''میں کیوں سوچوں'' ہے۔اس افسانے میں افسانہ نگار نے اپنے تخیل کی مدد سے تیسری عالمی جنگ کا نقشہ تیار کیا ہے۔تمام عالم پہلی دونوں عالمی جنگوں میں ہونے والے قتل وخون اور انسانی معیشت کے عظیم نقصان سے واقف ہے۔ان جنگوں میں لاکھوں لوگوں نے اپنی جانیں گنوادی تھیں۔ایٹم بم کے استعمال نے ہیروشیما اور ناگاساکی پر کیا اثر ڈالا اس کے متعلق ہزاروں صفحات سیاہ کیے جا چکے ہیں۔کس نے حملہ کیا اور کس پر کیا۔ یہ بات اپنی جگہ اہمیت کی حامل ضرور ہوگی لیکن بحیثیت ایک انسان کے اس کا کوئی مول نہیں رہ جاتا۔بات تو صرف اتنی سی رہ جاتی ہے کہ اس عمل کی وجہ سے لاکھوں انسانوں نے اپنی جانیں گنوا دیں۔اس میں صرف اور صرف انسانی قدروں کی پامالی ہوتی ہے۔تصور کیجیے کہ آج سائنس نے کتنی زیادہ ترقی کرلی ہے ایسے میں اگر تیری عالمی جنگ ہو تو کیا ہو۔اس کی ہولناکی کا تصور ہی بدن پر لرزہ پیدا کردینے کے لیے کافی ہے۔جوگندر پال کا کمال یہ ہے کہ تیسری عالمی جنگ کا منظر بیان کرتے ہوئے انھوں نے تخیل اور حقیقت کی دوری کو یکسر ختم کردیا۔افسانے کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے افسانے میں بیان کیے گئے تمام مناظر اور اس کی ہولناکیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

جوگندر پال نے اس میں کسی بھی ملک کا نام نہیں لیا ہے۔بس دو سوپر پاور ممالک کے درمیان ہونے والی چشمک اور بڑھتی ہوئی کشیدگی اس عالمی جنگ کی وجہ بن سکتی ہے۔طاقت کے نشے میں چور صرف طاقت کے میدان میں

اولیت کا شرف حاصل کرنے کی دوڑ اور ایک کی دوسرے پر سبقت لے جانے کی ادنیٰ سی خواہش لاکھوں کروڑوں انسانوں کی جان داؤ پر لگا رہی ہے۔

لیکن غیر اہم ممالک کی لاکھ کوششوں کے باوجود دونوں ملکوں نے جنگ کا علم بلند کر دیا اور کہیں حریف ان کو دھوکہ دے کر ان کے خلاف خطرناک ہتھیار استعمال نہ کر لے اس لیے دونوں نے اپنی خطرناک آٹو میٹک مشینوں کے بٹن دبا دیے۔ مشینوں کے ایک بار شروع ہو جانے کے بعد جنگ روکنے کے تمام مواقع انسانوں کے ہاتھوں سے نکل گئے۔ ہر طرف قیامت کا منظر چھا گیا۔ مہلک گیسوں کے فلک شگاف دھماکوں کی وجہ سے ہزار ہا میل تک دھند کی چادر پھیل چکی تھی۔ جہاں تک ان دھماکوں کا اثر تھا وہاں تک عجیب قسم کے جراثیم کی بارش سی ہونے لگی۔ ایسے جراثیم کہ جن سے ہونے والی بیماریوں کے متعلق کسی نے تصور بھی نہیں کیا ہوگا۔ آن کی آن میں کیا چرند کیا پرند، کیا انسان اور کیا چھوٹے چھوٹے کیڑے مکوڑے، تمام کے تمام لمحے بھر میں ہی اس کی چپیٹ میں آ کر ہلاک ہونے لگے۔ جوگندر پال نے ان زہریلی گیسوں اور جراثیم سے بیمار ہونے والوں کا نقشہ بخوبی کھینچا ہے۔

جوگندر پال نے اس افسانے میں رسل نام کے ایک کردار کو خلق کیا ہے۔ رسل ایک فلسفی اور Thinker کے طور پر ابھرا تھا۔ جس نے ساری زندگی فلسفۂ رجائیت کی تعلیم دی اور اس پر عمل پیرا رہا۔ جوگندر پال نے رسل کے کردار کے پردے میں دنیا کے تمام ادیبوں اور فلسفیوں کی بات کی ہے۔

جوگندر پال نے اس افسانے میں انسان کی نام نہاد ترقی پر طنز کیا ہے۔ ایسی ترقی جو ایک وقت کے بعد خود اس کی بربادی اور تباہی کا سامان بن جائے گی۔ رسل جیسے مفکر بھی اس زمین پر مل جائیں گے جن کی باتیں تمام لوگ نہ صرف بغور سنتے ہیں بلکہ اس کی باتوں کو حمایت بھی کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو بسا اوقات ان کے ذہنوں پر شیطان غالب آ جاتا ہے اور وہ ایسا قدم اٹھا لیتے ہیں جس کا خمیازہ پوری دنیا کو بھگتنا پڑتا ہے۔

مٹی کا ادراک:

جوگندر پال کا افسانوی مجموعہ ''مٹی کا ادراک'' 1970 میں منظر عام پر آیا تھا۔ اس کی اشاعت لاجپت رائے اینڈ سنس تاجران کتب، اردو بازار دہلی سے ہوئی تھی۔ اس کے سرورق پر افسانوی مجموعہ کا نام ''مٹی کے ادراک'' چھپا ہوا ہے۔ لیکن اندر کے صفحات پر کتاب کا نام ''مٹی کا ادراک'' کے عنوان سے شامل ہے۔ اس لیے ہمیں یہ تسلیم کرنے میں قباحت نہیں ہونی چاہیے کہ اس افسانوی مجموعے کا اصلی نام ''مٹی کا ادراک'' ہے۔ 188 صفحات پر محیط اس مجموعے میں کل 13 افسانے شامل ہیں جن کے نام حسب ذیل ہیں:
(1) ایک دو منٹ کی خاموشی (2) غروب (3) مٹی کا ادراک (4) ک۔ لک (5) سراپا (6) بیچ (7) بازار (8) ٹیلی سکوپ (9) پرش اور پشو (10) کٹ (11) شرارہ (12) رہا بھارت (13) خلاباز۔

اس افسانوی مجموعے کا ایک اہم افسانہ ''مٹی کا ادراک'' ہے۔ جوگندر پال نے اس افسانے میں اورنگ آباد میں موجود اجنتا کے غاروں کا منظر پیش کیا ہے۔ افسانے میں انھوں نے ایک گائیڈ کی زبان سے ان غاروں کے ملنے کی تاریخ بھی بتائی ہے۔ ان غاروں میں چھوٹی بڑی ہزاروں کی تعداد میں مورتیاں موجود ہیں۔ مورتیوں کی بناوٹ اتنی دلکش

ہے کہ وہ سب جیتی جاگتی محسوس ہوتی ہیں۔ جوگندر پال کی کہانی کا خاصہ ہے کہ انھوں نے اجنتا کے غاروں میں بنی مورتیوں میں جان ڈالنے کے ساتھ ساتھ اپنے افسانے میں بھی جان ڈال دی ہے جو کہ قاری کو اپنی گرفت میں رکھتا ہے۔

مٹی اور انسان کے درمیان ایک گہرا رشتہ ہے۔ انسان کی مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور اسے مٹی میں ہی مل جانا ہے۔ مورتیوں کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہوتا ہے۔ وہ بھی مٹی سے ہی بنائی جاتی ہیں۔ اس میں کمی زیادتی کر کے مورتیوں کی مختلف صورتیں بنائی جاتیں ہیں۔ اس طرح سے دیکھا جائے تو انسان اور مورتیوں کے درمیان بھی ایک گہرا رشتہ ملتا ہے۔ بہرحال جوگندر پال کے نزدیک بھی انسانی زندگی کا سارا دارومدار مٹی پہ ہی منحصر ہے۔

جوگندر پال کے مجموعے میں ایک اہم افسانہ ''سراپا'' کے عنوان سے بھی شامل ہے۔ اس کہانی میں لطیف نام کا ایک کردار ہے جو مصور ہے۔ لطیف اپنے محبوب ساحرہ کی تصویر بنانا چاہتا ہے، جس کے لیے وہ بہت محنت سے ایک پہلو پر غور کرتے ہوئے اپنی تصویر کو مکمل کرنا چاہتا ہے۔ جسم کے تمام نقش کو اپنی آنکھوں میں اپنے ذہن میں بٹھا کر وہ تصویر بنانے میں منہمک ہے۔ لیکن اس کے سامنے بار بار مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ ساحرہ کے ذرا سے ہلنے پر اس کے ذہن میں بننے والے نقشے بھی ہل جاتے ہیں۔ جس کے سبب کئی مرتبہ وہ جھلاہٹ کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ دراصل وہ ساحرہ کی شکل میں ایک شاہکار پیش کرنا چاہتا ہے۔ تصویر بنانے کا یہ عمل کئی روز سے جاری و ساری ہے لیکن کسی نہ کسی سبب وہ اپنی تصویر کو مکمل نہیں کر پا رہا تھا۔

جوگندر پال نے اس افسانے میں اللہ کی تخلیقی صلاحیت کو بنیاد بنا کر اپنی کہانی کا تانا بانا بنا ہے۔ اللہ جو قادر مطلق ہے، اسی نے اس کائنات کی رچنا کی ہے، اس کائنات کی تمام تر خوبصورتی، اس میں پائے جانے والے رنگ اور اس کے ذریعے بنائی گئی تمام تر چیزیں خواہ انسان ہوں یا جانور، پہاڑ ہو یا دریا۔ چہار سو اس کی قدرت کے نظارے بکھرے ہوئے ہیں۔ دراصل افسانے کا کردار ایک مصور ہے اور وہ ایک تصویر مکمل کرنے کے لیے کئی دنوں سے جتن کر رہا ہے لیکن تمام تر کوشش کہیں نہ کہیں رائیگاں چلی جاتی ہیں۔ ایسے میں وہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

جوگندر پال نے اس افسانے کا اختتام بڑی خوبصورتی کے ساتھ کیا ہے۔ انھوں نے آخر میں یہ نصیحت دینے کی کوشش کی ہے کہ انسان کتنا بھی بڑا فن کار کیوں نہ ہو لیکن مالک حقیقی کے سامنے اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ صرف مالک حقیقی کی ہی تخلیق ایسی ہو سکتی ہے جس میں کسی طرح کے نقص کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ یہی وجہ ہے کہ مصور بھی حقیقت میں ساحرہ کے سامنے کھڑا ہو کر اس کی خوبصورتی میں اور اس کے نقش و نگار میں کھو سا گیا تھا۔ محویت کا عالم اس پر اسی لیے طاری ہے کیوں کہ وہ مالک حقیقی یعنی اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق کے سامنے کھڑا تھا اور اس پر غور کر رہا تھا۔ بہت غور و فکر کرنے کے بعد بھی اس میں کہیں کوئی نقص نظر نہیں آیا۔ یہی چیز اس کو مبہوت کرنے کے لیے کافی تھی۔

مٹی کا ادراک کے اس افسانے ''سراپا'' میں املا کی بہت ساری غلطیاں نظر آتی ہیں۔ جس کی وجہ سے کئی مرتبہ ذہن الجھن کا شکار ہوتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ جوگندر پال کے اس افسانوی مجموعہ کے باقی افسانوں میں یہ غلطی نظر نہیں آتی۔ لیکن اس افسانے میں کئی جگہ پر یہ غلطی نظر آتی ہے جس کی وجہ سے ذہن پریشان ہوتا ہے۔ اس کے باوجود یہ افسانہ اہم ہے۔

2022 اترپردیش اسمبلی انتخاب کے موقع پر قوم وملّت کا سچّا درد رکھنے والی واحد سیاسی جماعت (AIMIM)

ونقیبِ ملّت بیرسٹر اسدالدین اویسی صدر کل ہند مجلس اتحادالمسلمین وممبر آف پارلیمنٹ، حلقہ حیدرآباد کی یوپی آمد پر

''خیر مقدم''

ولی محمد زاہدؔ ہریانوی۔حیدرآباد

یہاں جو راہبر مجلس کے باکردار آئے ہیں ☆ گرانے کے لئے نفرت کی یہ دیوار آئے ہیں
بنانا چاہتے تھے جو ہمیں حصّہ حکومت کا ☆ یہ لے کر فخرِ ملّتؒ کے وہی افکار آئے ہیں
بتایا تھا ہمیں سالارِ ملّتؒ نے بہت پہلے ☆ یہ کرنے کیلئے اس درد کا اظہار آئے ہیں
اسدؔ پھرتے ہیں جو اپنے وطن کے کونے کونے میں ☆ سکھانے یہ سیاست کے ہمیں اَسرار آئے ہیں
زبانوں پر علاقے کے ہر اک پیر و جواں کی ہے ☆ ادب ملحوظ رکھّو قوم کے سردار آئے ہیں
محبت بھائی چارے کو رکھے جو دیش میں قائم ☆ بنانے کے لئے ایسی یہاں سرکار آئے ہیں
دلت ہندو مسلماں سکھ عیسائی سب رہیں مل کر ☆ اسدؔ کرنے اِسی کا بس یہاں پرچار آئے ہیں
جو ہیں ارکان مجلس کے یہ ہیں خُدّام ملّت کے ☆ حقیقت میں یہ بن کر قوم کے غمخوار آئے ہیں
اب ان کا ساتھ دیں گے ہر قدم پر ہم دل وجاں سے ☆ مئے عشقِ نبیؐ سے ہو کے یہ سرشار آئے ہیں
کہ پہنچے منزلِ مقصود پر یہ قافلہ اپنا ☆ مصمّم عزم لے کر قافلہ سالار آئے ہیں
اب ان کا نام روشن کیوں نہیں ہوگا زمانے میں ☆ اسدؔ ، اکبرؔ جو کرنے قوم کو بیدار آئے ہیں
دکن سے چل کر آئے ہیں جو ملّت کے نقیب اپنی ☆ اُخوّت کا یہ کرنے راستہ ہموار آئے ہیں
یہ آئے ہیں بتانے کے لئے کچھ راز جینے کے ☆ نہ لے کر یہ یہاں پر درہم و دینار آئے ہیں
دیا تھا ساتھ جن کا وہ دغا کرتے رہے ہم سے ☆ اب ان کی عادتوں سے ہو کے یہ بیزار آئے ہیں
پریشاں دیکھ کر ہیں ان جواں مردوں کو وہ ظالم ☆ جو نفرت کا سدا کرتے یہاں بیوپار آئے ہیں
ہمارا جُرم کیا ہے ہم لڑیں گے اب الیکشن بھی ☆ کہ برسوں بعد لینے حق یہاں حقدار آئے ہیں
بنانا ہے ہمیں جنت نشاں ہندوستاں کو پھر ☆ محبت سے اسے کرنے گل و گلزار آئے ہیں
ہمارا حق ہے ہم آئے ہیں میدانِ سیاست میں ☆ نہ لڑنے کو کسی سے لے کے ہم تلوار آئے ہیں
ہڑپتے ہی رہیں گے وہ ہماری جائیدادوں کو ☆ بشکلِ راہبر جو راہزن خونخوار آئے ہیں
بچانا ہے ہمیں اپنا وطن نفرت پرستوں سے ☆ یہ لینے کیلئے ہم سے یہی اقرار آئے ہیں
جِتانا ہے ہمیں مجلس کو زاہدؔ بھاری ووٹوں سے ☆ ہمارے دیش کے یہ بالیقیں معمار آئے ہیں

سعدیہ سلیم شمسی

غزل

یہ زمانہ ہی پرکتر جائے
جس کا کچھ دور تک سفر جائے

اس کو دیکھوں تو آنکھ بھر جائے
مجھ سے چاہت وہ ایسی کر جائے

ہر جگہ ہے یہاں پہ حیرانی
''آدمی جائے تو کدھر جائے''

کاش علم و عمل کی دولت سے
زندگانی مری سنور جائے

بے حسوں سے بچالے اے مولیٰ
کہیں احساس ہی نہ مر جائے

کاش پوچھیں وہ حالِ دل مجھ سے
اور چہرہ مرا نکھر جائے

میں تو وعدہ نبھاؤں گی اپنا
سعدیہ! لاکھ وہ مکر جائے

بزم ظہور حیدرآباد کی جانب سے ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی کی تہنیت کرتے ہوئے ڈاکٹر مختار احمد فردین بزم ظہور کے صدر ظہور ظہیرابادی شاعر خلیج جلیل نظامی اور ڈاکٹر م ق سلیم

نیاز جَیراجپُوری

جنگ سے نفرت ہے ہمکو

جنگ سے نفرت ہے ہمکو
ہم ہیں قائل عالمی سُکھ شانتی اور امن کے
جنگ سے نفرت ہے ہمکو
ہم مُخالِف ایٹمی ہتھیاروں کے اور بَم کے ہیں
ہم مُخالِف خون میں ڈُوبے ہُوئے پرچم کے ہیں
ہم مُخالِف خونِ ناحق اور شور و شَر کے ہیں
جنگ سے نفرت ہے ہمکو
نسلِ آدم سِسکے تڑپے معذور و مظلوم ہو
سُرخ سائے موت کے ناچیں بساطِ زیست پر
ہم نہ ایسا ہونے دیں گے
شعلے بھڑکیں لہلہاتے کھیتوں میں اُٹھے دُھواں
سُوکھ جائے کوکھ اِس دھرتی کی اور یہ بانجھ ہو
ہم نہ ایسا ہونے دیں گے
لاش خود اپنی اُٹھائے کاندھوں پر ماتم کرے
تِلملائے فاقوں سے اِنسان گُھٹ گُھٹ کر مرے
ہم نہ ایسا ہونے دیں گے
اب نہ ہونے دیں گے ہم اِنسانیت کو جاں بلب
سَر کُچل دیں گے عداوت کے مچلتے ناگ کا
آندھی خاک و خون کی ہونے نہ دیں گے تیز ہم
جنگ ہم ہونے نہ دیں گے اِس زمیں پر پھر کہیں
جنگ ہم ہونے نہ دیں گے
نسلِ آئندہ کو ہم بڑھنے نہ دیں گے اِس طرف
نسلِ آئندہ کو ہم پڑھنے نہ دیں گے یہ سبق
ہم ہیں قائل عالمی سُکھ شانتی اور امن کے
جنگ ہم ہونے نہ دیں گے
جنگ سے نفرت ہے ہمکو
جنگ ہم ہونے نہ دیں گے

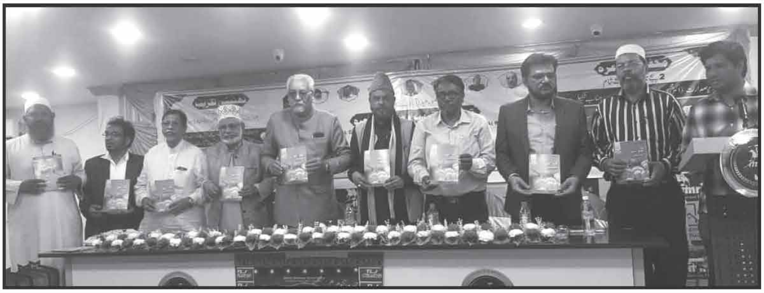

فروری 2022 کا شمارہ محسن خان، ڈاکٹر مظفر علی ساجد، ڈاکٹر مختار احمد فردین ڈاکٹر م ق سلیم ظہور ظہیرابادی اور ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی کے ہاتھوں میں۔

بزم ظہور تقریب میں شبلی انٹر نیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد کے چیئرمین ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے۔

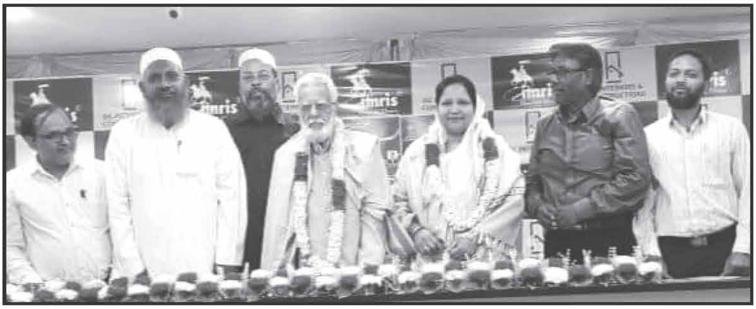

اردو کا فروغ خوب سے خوب تر کیسے ہو ذیمرلیس ادبی فورم حیدرآباد میں جناب جسٹس ای اسماعیل پر تھم سید پروین ڈاکٹر مختار احمد فردین ڈاکٹر مظفر علی ساجد، ساجد ڈاکٹر عبدالقدوس ایڈیٹر ماہنامہ صدائے شبلی حیدرآباد ڈاکٹر محمد محامد ہلال اعظمی

DR. S.J HUSSAIN
MD (Unani)
Former director Incharge
Central Research Institute Of Unani Medicine
Govt of India

website: www.unanicentre.com
Email:syedjalilhussain@gmail.com
jaleel_hussain@yahoo.com

Dr. Jaleel's

UNANI CENTER FOR CARDIAC

یونانی سینٹر فار کارڈیک کیر

Consultation Time
Morning:9:00 am to 3:00 pm-Evening:7:00 pm to 9:30 pm
(Friday Morning and Sunday Evening Closed)

Cell:
+91 8142258088
+91 7093005707

Adress -: No: 8-1-332/3/B-69, RoadNo 1(A)Arvind Nagar Colony
Tolichowk Hyderabad - 500008 T.S India

MADRASA ISLAMIA NAJMUL ULOOM
Shahi Hills, Near Masjid Noor Ali, Shaheen Nagar, Hyderabad.
SHIBLI INTERNATIONAL
EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST

مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم
شاہی ہلزنزدمسجدنورعلی،شاہین نگر،حیدرآباد
Regd No: 180/2016

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...................گرامی قدر محترم! امید ہے کہ آپ اپنے متعلقین کے ساتھ بخیروعافیت ہوں گے

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے خَیْرُکُم مَن تَعَلَّم القُرآن وَعَلَّمَہ ۔تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جوقرآن سیکھے اور سکھائے۔اس حدیث سے علم اورقرآن علم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اسی علم کی نشرواشاعت کے لئے **مدرسہ اسلامیہ نجم العلوم** شاہی ہلزشاہین نگرحیدرآباد میں ۱۵؍جنوری ۲۰۱۷ءکوقائم کیا گیا تاکہ امت مسلمہ کے نونہالان زیورعلم سے آراستہ ہوں اور ملک وملت کی خدمت میں وقف ہوجائیں۔اللہ رب العزت ان مقاصد میں کامیابی عطافرمائے۔آمین یارب العلمین۔

مدرسہ ہذااورٹرسٹ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں ہے۔جملہ اخراجات کی ادائیگی اہل خیرحضرات کے تعاون سے ہوتی ہے۔ٹرسٹیوں کے مشورے سے ٹرسٹ اورمدرسہ کے لیے تین سوستائیس (327) ؍گززمین شاہی ہلزشاہین نگرمیں خریدی جاچکی ہے،جس کی مجموعی قیمت چھتیس لاکھ ستّرہزارتھی۔الحمدللہ اہل خیرکے تعاون سے بیشتررقم اداکردی گئی ہے۔ماشاءاللہ تعمیری کام جاری ہے۔الحمدللہ پہلاچھت پڑچکاہے،مزیدمراحل کے لیےاہل خیرحضرات سے گذارش ہے کہ نقداوراشیاء سے تعاون فرماکرشکریہ کاموقع عنایت فرمائیں۔نوازش ہوگی۔

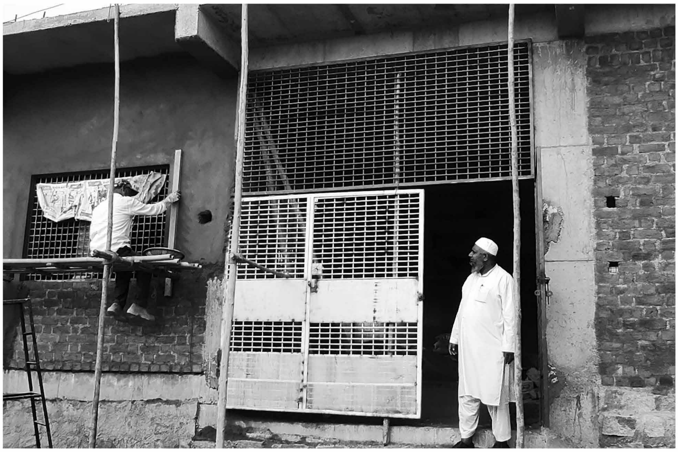

Bank Name: IDBI CURRENT ACCOUNT
A/c Number: 1327104000065876
A/c Name: SHIBLI INTERNATIONAL EDUCATIONAL AND CHARITABLE TRUST
IFSC Code: IBKL0001327. Branch: Charminar

حافظ وقاری مفتی ڈاکٹرمحمدمحامدہلال اعظمی خطیب مسجدعالیہ، بانی وناظم مدرسہ ہذاچیرمین شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ حیدرآباد

Google Pay: 8317692718 **WhatsApp: 9392533661**

Urdu Monthly
SADA E SHIBLI
Hyderabad

Mar. 2022

RNI: TELURD/2018/77022
ISSN: 2581-9216
Rs. 20/-

مجتبیٰ ٹیکسٹائلس

MUJTABA
TEXTILES FOR THE GENTLEMAN IN YOU

#20-4-20/6/1, 20-4-20/7/5 & 7/6, Punch Mohalla, New Laad Bazar,
Khilwath, Hyderabad. T.S. India
Ph: +91 6281040896 - Email: mujtabatextiles18@gmail.com - Web: www.mujtabatextiles.com
Follow us on facebook: https://www.facebook.com/mujtaba.textiles.1

Editor, Printer, Published & Owned by Mohd. Muhamid Hilal
Printed at Daira Electric Press, #22-8-143, Chatta Bazar, Hyderabad. 500 002.
Published at #17-3-352, B1, 2nd Floor, Bafana Complex, Dabeerpura, Hyderabad - 23, T.S
Cell: 9392533661, 8317692718, Email: muhamidhilal@gmail.com